عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۳ | ۲۴ر شعبان تا یکم رمضان ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ر جون ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۲۴

استقبال رمضان

رمضان المبارک اور زکوۃ کی ادائیگی

نظام حکومت اور اسلامی ہدایات

قادیانیوں کے بائیکاٹ کے شرعی اسباب

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

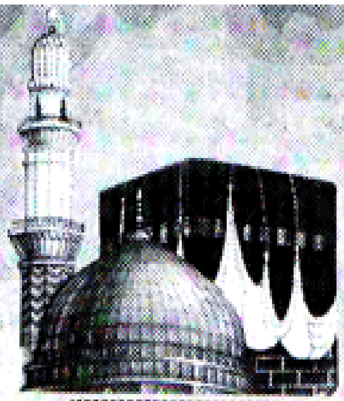

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

مستحق کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنانا

نورالدین، کراچی

س:...... ہماری والدہ چند ماہ سے گردے کے مرض میں مبتلا ہیں اور ہم چھ بہن، بھائی ہیں اور ہم حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہماری اس قدر آمدنی نہیں ہے کہ ہم ان کا علاج کراسکیں۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس کوئی ذاتی ملکیت اور گھر میں کوئی سونا، چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے ایک فلاحی ادارے میں ان کا ڈائیلاسز ہورہا ہے۔ کیا ہم زکوٰۃ کی رقم یا مدد سے ان کا علاج کراسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... ہسپتالوں میں لوگ زکوٰۃ کی رقم اور دوائیاں وغیرہ ضرورت مند مستحقین کے لئے جمع کروادیتے ہیں۔ انتظامیہ عموماً مستحق مریضوں کے جملہ اخراجات اور ڈاکٹروں کی فیس وغیرہ اس مالِ زکوٰۃ سے ادا کرتی ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں اگر مریض کو دوائیاں وغیرہ زکوٰۃ کی مد میں دی جائیں تو اس سے ان لوگوں کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی اور مستحقین کے لئے یہ دوائیاں لینا بھی درست ہے۔ البتہ ڈاکٹروں کی فیس یا ہسپتال کے دیگر ضروری اخراجات وغیرہ جن میں براہ راست نقد رقم دینی پڑتی ہے، ان میں یہ ضروری ہے کہ مریض کے ہاتھ میں زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے اور پھر اس سے فیس یا دیگر اخراجات جو علاج کے سلسلے میں ہوئے ہوں اس سے وصول کرلئے جائیں۔

زکوٰۃ کی رقم سے قیدیوں کی امداد

س:...... کیا جیل کے اندر مستحق قیدیوں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ یا بے گناہ و مظلوم قیدیوں کو ان کا جرمانہ ادا کرکے جیل سے رہائی دلاسکتے ہیں؟

ج:...... جیل کے قیدیوں میں جو لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہوں ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد وہ اس کے مالک ہیں، اس رقم کو وہ جرمانہ میں ادا کرکے اگر وہ رہائی حاصل کرسکتے ہوں تو زکوٰۃ کی رقم سے ان کی مدد کرنا جائز ہے۔

پیشہ ور مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا

س:...... رمضان المبارک میں جگہ جگہ اور مختلف علاقوں سے لوگ زکوٰۃ اور فطرہ وغیرہ مانگنے آتے ہیں کیا ان مانگنے والوں کو زکوٰۃ اور فطرہ وغیرہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟

ج:...... ان مانگنے والوں میں ایسے پیشہ ور لوگ بھی ہوتے ہیں جو کہ خود صاحب نصاب ہیں، ان کو زکوٰۃ اور فطرہ دینا جائز نہیں۔ اس لئے دینے سے پہلے یہ اطمینان کرلینا ضروری ہے کہ واقعی یہ محتاج ہے۔

غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

س:...... کام کرنے والے غیر مسلم یعنی عیسائی وغیرہ کو زکوٰۃ یا صدقۂ فطر دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:...... غیر مسلموں کو زکوٰۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نفلی صدقہ دے سکتے ہیں، مگر وہ بھی اجرت کے علاوہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۲۴ر شعبان تا کیم رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ر جون ۲۰۱۴ء — شمارہ:۲۴

اس شمارے میں!

میڈیا کو اپنی روش تبدیل کرنا چاہئے!	۴	محمد اعجاز مصطفی
رمضان المبارک اور زکوٰۃ کی ادائیگی	۷	مفتی محمد راشد ڈسکوی
استقبالِ رمضان	۱۱	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
نظامِ حکومت اور اسلامی ہدایات	۱۴	مولانا محمد مجیب الدین قاسمی
ڈیجیٹل تصویر... دارالعلوم دیوبند کا موقف!	۱۶	مفتی زین الاسلام قاسمی
مسواک کی اہمیت	۱۹	محمد الیاس عادل
ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں (۱۳)	۲۱	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
قادیانیوں کے بائیکاٹ کے شرعی اسباب	۲۶	مفتی عظمت اللہ سعدی

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۲۷۸۰۳۴۰ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفی

میڈیا کو اپنی روش تبدیل کرنا چاہئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

آج کا مسلمان انجام سے بے نیاز، طلبِ مجہول اور ہوسِ زر، زن، زمین میں اس قدر منہمک اور فریفتہ ہوگیا ہے کہ خیر وشر، اچھائی وبرائی، صحیح وغلط اور جائز وناجائز کی تمام حدود وقیود اس کے لئے بے معنی اور بے مقصد ہوکر رہ گئی ہیں۔

اس برق رفتاری اور خدا فراموش زندگی گزارنے میں وہ اپنی دانست میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا معراجِ دنیا پر اپنے آپ کو تصور اور باور کررہا ہے، حالانکہ اس سے وہ اپنی اصلیت اور اپنے فرائض کو فراموش کرچکا ہے۔ اپنے خالق ومالک اور اپنے رب کی ہدایات اور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ترک کرکے انہیں طاقِ نسیان کے حوالے کرچکا ہے، جس کے نتیجے میں وہ دنیا وآخرت کے مفاد کو سوچے سمجھے بغیر ہرنئی صدا اور آواز پر لبیک کہتا چلا جارہا ہے، چاہے وہ جدید صدا اور آواز دنیا میں اس کے لئے ذلت وبربادی اور آخرت میں لعنت وہلاکت کا موجب وسبب ہی کیوں نہ ہو۔

یوں لگتا ہے شاید انہیں اپنا مخلوق ہونا تسلیم ہی نہیں، اس لئے کہ اگر انہیں اپنا بندہ اور مخلوق ہونا تسلیم ہوتا تو کم از کم غیروں کی صدا پر لبیک کہہ کر اپنے خالق کے احکام سے اس طرح بے اعتنائی اور اعراض نہ برتتے۔ دینِ اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ، اسلامی تعلیمات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، اسلامی اقدار وروایات کی اس قدر اور اس طرح بے توقیری نہ کرتے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں چھپے اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کو مغرب پرستی کی خوش نما بھٹی میں جھونک دیا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرہ نہ صرف یہ کہ اسلامیات سے عاری اور دور ہوتا جارہا ہے، بلکہ دینِ اسلام کے حقائق اور عقائد کو بھی مغرب کی عینک سے دیکھتے ہوئے اسبابِ تنزل کو باعثِ کامیابی اور معائب کو محاسن سمجھا جانے لگا ہے۔

انہیں ذرائع ابلاغ ہی کی کارستانی ہے کہ عورت جو کل تک گھر کی زینت اور حیا وشرم کا مجسمہ تھی، آج وہی گھر کو خیر باد کہہ کر دفاتر وبازار سے گزر کر ٹی وی اسکرین کی زینت اور اشتہارات کا محل اور مورد بن چکی ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ وہ بچی جو کل تک مشرقیت کی برکت سے مارے شرم وحیا کے اپنے باپ کے سامنے بے محابا آنے سے گریزاں تھی، افسوس کہ آج وہی بچی نہ صرف بے باک ہے، بلکہ چادر وچاردیواری کو پھلانگ کر مذہبی بندھنوں سے آزاد، اپنے آپ کو مغرب کی تہذیب میں رنگ کر نہ صرف مطمئن بلکہ اس بے حیائی وہوا باختگی پر نازاں ہے۔

....

رسائل، جرائد، ڈائجسٹ، ناول، اخبارات، اشتہارات، سائن بورڈز، ریڈیو، ٹی وی، کیبل نیٹ ورک، انٹرنیٹ، ٹیلیفون، موبائل فون، وغیرہ، یہ وہ ذرائع اور آلات ہیں جنہیں پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے نام سے جانا اور موسوم کیا جاتا ہے۔

آج کا دور میڈیا کا دور ہے اور میڈیا کو کسی ملک، سلطنت اور حکومت کا اہم ستون قرار دیا جاتا ہے۔ حکومتوں کے بننے اور بگڑنے میں میڈیا کا اہم رول اور بڑا کردار تصور کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ میڈیا جس کو چاہے بامِ عروج تک پہنچادے اور جسے چاہے بیچ چوراہے ذلیل اور رسوا کردے۔

بین الاقوامی طور پر اس وقت پورے میڈیا پر مغرب کا تسلط اور اس کے کارندوں کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ میڈیا کے ذریعہ وہی پروگرام نشر کرتے ہیں جو حیا سوز، تہذیب وتمدن کو پامال اور بے ایمانی اور بے راہ روی کو فروغ دینے اور پروان چڑھانے والے ہوں، اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کو ذہنی غلامی، ڈر، خوف، بزدلی،

بے ہمتی، بے غیرتی، بے شرمی، جھوٹ، فریب، لوٹ کھسوٹ، چوری، ڈکیتی، مار دھاڑ کے نت نئے طریقے اور راستے میڈیا کے ذریعہ بتائے اور یہ زہریلے انجکشن انہیں اسی کے ذریعہ لگائے جاتے ہیں۔

یہ میڈیا کی اس محنت ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہر انسان مرد ہو یا زن، جوان ہو یا بوڑھا، چھوٹا ہو یا بڑا، سب ہی کسی نہ کسی اعتبار سے میڈیا سے متاثر اور مرعوب نظر آتے ہیں، اس کی ہر خبر کو "سچا" اور اس کے ہر پروگرام کو "اچھا" سمجھ کر ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لیتے ہیں۔ اسی کا شاخسانہ ہے کہ آئے روز میڈیا میں اسلام کے خلاف کسی نہ کسی پیرائے میں طعنہ زنی کی جاتی ہے، اسلامی اقدار کی تضحیک کی جاتی ہے، اسلامی اقدار و روایات کو پامال کیا جاتا ہے، اسلام پر عمل کرنے والوں پر اشاروں اور کنایوں میں پھبتیاں کسی جاتی ہیں، لیکن مجال ہے کہ ارباب اقتدار و اختیار کے ذمہ داران افراد اور خفیہ ادارے ان پر کوئی قدغن لگائیں یا ان سے کوئی باز پرس کریں۔

یہی میڈیا تھا جو اپنے آقاؤں اور حکومتی اہل کاروں سے مراعات اور بڑے بڑے اشتہارات وصول کر کے حدود آرڈی نینس کی دھجیاں بکھیر رہا تھا۔ "ذرا سوچئے" کے عنوان پر اربوں روپے کے اشتہارات لے کر ان کی مہم کو گھر گھر پہنچا رہا تھا اور سیدھے سادے مسلمانوں کے دل و دماغ کو حدود آرڈی نینس کے خلاف آمادۂ بغاوت کیا اور اس وقت ۷/مئی ۲۰۰۶ء کو اشتہار میں لکھا کہ: "ذرا سوچئے! کیونکہ سوچنا گناہ نہیں"۔ پھر ۸/مئی ۲۰۰۶ء کو لکھا: "کیونکہ سوچ ہی انسان کو آدمی بناتی ہے"۔ پھر ۱۴/مئی کی اشاعت میں یہ لکھا کہ: "ذرا سوچئے! جیو کی ایسی کاوش ہے جو ہمیں ان مسائل پر سوچنے کی جرأت دیتی ہے"۔ پھر ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء کے ادارتی نوٹ میں لکھا کہ: "ذرا سوچئے" کی تحریک ایسے معاشرہ میں عقل و استدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ پابندی ہو۔" (روزنامہ جنگ کراچی، ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء)

گویا یہ اعلان تھا کہ حدود آرڈی نینس میں ترمیم و تبدیلی کے بعد اگلا ہدف یا اگلا قدم عقائد کی تبدیلی پر سوچنے کا ہوگا۔ یہ تمام باتیں ماہنامہ بینات صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق فروری ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں "وفاقی شرعی عدالت کا مستحسن اقدام" کے تحت لکھی گئی تھیں۔

کیا کوئی مسلم دانشور اور باشعور شخص یہ بات سوچ سکتا ہے کہ مال و زر کی چمک دمک میڈیا کے ذمہ داران اور مالکان کو اتنا اندھا بنا سکتی ہے کہ وہ باہوش و حواس عقائد کی تبدیلی کی راہ ہموار کریں اور مسلمانوں کو محض عقل کے بل بوتے پر عیسائیت، قادیانیت یا ہندومت کا عقیدہ اور نظریہ قبول کرنے کی سعی اور راہ دکھائیں، نعوذ باللہ من ذلک۔

یہی میڈیا تھا جس کی محنت اور کوشش سے رسوائے زمانہ فلم "خدا کے لئے" پاکستان میں چلائی گئی، اس کے علاوہ اسی میڈیا کی کاوشوں سے یہودی نظریات کی ترجمان اور توہین انبیاءؑ پر مشتمل فلم "دی میسیج" پاکستانیوں کو دکھائی گئی اور اس سے میڈیا کی اتنی جرأت بڑھ گئی کہ صحافتی قوانین اور صحافتی ضابطۂ اخلاق بالائے طاق رکھ کر ملکی آئین و ملکی سلامتی کے ذمہ دار اداروں پر ہاتھ صاف ہونے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم، سنت نبویہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر ہو گیا۔ اس پر اگرچہ توبہ اور معافی مانگی گئی ہے، لیکن اگر اس سے قبل میڈیا ملکی سلامتی کے اداروں کی کردارکشی کی بنا پر زیر عتاب نہ ہوتا تو اس گستاخی کو بھی پہلے کی طرح بڑے آرام اور پرسکون خاموشی سے ہضم اور برداشت کر لیا جاتا، لیکن اس بار ایسا نہ ہو سکا۔

ٹھیک ہے کہ میڈیا کو آزاد ہونا چاہیے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنی تہذیب، اپنا کلچر، اپنے دین اور قرآن و سنت کی جو حدود ہیں، ان کی پرواہ نہ کی جائے، کیونکہ کوئی بھی ادارہ یا نظام خواہ نجی ہو یا سرکاری' حدود و قیود کی رعایت اور اصول و ضوابط کی پابندی کیے بغیر ہرگز نہیں چل سکتا۔ آج حالت یہ ہے کہ کم فہمی اور دینی تعلیمات سے ناآشنائی کی بنا پر ٹی وی اینکر سطحی موضوعات کو لیتا ہے۔ کج بحثی، ذاتی دل چسپی اور پسند و ناپسند کی بنا پر بہت ساری دینی حدود کی پامالی کا سبب اور ذریعہ بن بیٹھتا ہے۔ اس لئے میڈیا میں ہر صحافی، اینکر اور میزبان کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم انسانی اخلاقیات سے متصف ہو، اس کے اندر قوت ارادی اور قوت فیصلہ مضبوط ہو، عزم و حوصلہ، صبر و ثبات اور استقلال ہو، تحمل و برداشت ہو، ہمت اور شجاعت ہو، مستعدی اور جفاکشی ہو، اپنے مقصد اسلام کا عشق اور اس کے لئے ہر لالچ، ہر دباؤ، ہر ترغیب کو پائے حقارت سے جھٹلانے والا ہو۔ اسلامی اقدار کے معاملہ میں حزم و احتیاط کا خوگر اور معاملہ فہمی و تدبر سے آشنا ہو، حالات کو سمجھنے اور اسلام کے مطابق ان کو ڈھالنے اور مناسب تدبیر کرنے کی اس میں قابلیت ہو، اپنے جذبات و خواہشات اور ہیجانات پر قابو پانے والا ہو۔

اس لئے کہ خودداری، راست بازی، دینی حمیت، اسلامی غیرت، امانت، اعتدال، شائستگی، طہارت و نظافت، قلب و نظر کی پاکیزگی اور ذہن و نفس کا

انضباط، وہ انسانی خصائل اور فضائل ہیں جن پر ایک اسلامی معاشرہ کی اساس قائم ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تمام محنتوں، کوششوں، کاوشوں اور دوڑ دھوپ کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا حصول ہو، خواہ اس میں کتنے ہی خطرات، نقصانات اور مشکلات کیوں نہ حائل ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کو خودغرضی، نفسانیت، ظلم، بے حیائی، بے راہ روی سے روکتا ہے۔ اسلام انسان کو خدا ترسی، تقویٰ و پرہیزگاری اور حق پرستی کا درس دیتا ہے، اُسے تمام مخلوقات کے لئے رحیم، کریم، فیاض، ہمدرد، امین، بے غرض، خیرخواہ، بے لوث، منصف اور صادق و راست باز بناتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم ہے کہ انسان کو بھلائی کا دروازہ کھولنے والا اور برائی کا دروازہ بند کرنے والا ہونا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کہلائی جانے والی چیزیں اکثر و بیشتر بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہیں، حکومت کو چاہیے کہ ان کی روک تھام کرے، لیکن اگر وہ اپنے آپ کو اتنا مجبور پاتی ہے تو اُسے چاہیے کہ کم از کم ایسے پروگراموں اور فلموں پر پابندی لگائے جو اسلام، قرآن، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، اسلامی تعلیمات، اسلامی اقدار اور ملکی سلامتی اور نظریۂ پاکستان کے خلاف ہوں اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہو تو سخت سے سخت قوانین بنا کر ان کو آہنی شکنجہ میں کس دیا جائے۔

علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ بھی بیدار رہیں، دین کے خلاف لکھنے، بولنے اور عوام الناس کو ورغلانے والوں کو انہیں کے انداز میں جواب دیں، فتنہ پروروں کے فتنوں کو سمجھیں اور ان کے ازالہ اور حل کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کریں اور عوام الناس کو باور کرائیں کہ یہ فتنوں کا دور ہے، ہر فتنہ پرور اور اس کے فتنہ سے ہوشیار رہیں اور ایسے لوگوں کی بروقت علمائے کرام کو اطلاع دیں۔ ایک امام مسجد اور خطیب جہاں مسجد کا امام اور خطیب ہوتا ہے، وہاں اس علاقے میں وہ مسلمانوں کے دین وایمان کا محافظ بھی ہوتا ہے، اس لئے اسے چاہیے کہ منبر و محراب سے مغالطہ آمیز اور غلط نظریات کے ابطال کی طرف مسلمانوں کی راہنمائی کرے۔

اسی طرح عوام کو چاہیے کہ ان دجالی آلات سے نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو بچائیں، بلکہ اپنی اولاد اور نئی نسل کو ان کے خطرناک نتائج سے باخبر رکھیں اور حتی الامکان ان سے دور رہنے کی کوشش اور تلقین کریں۔ اس لئے کہ گھروں میں چین وسکون اور امن واطمینان انہیں کی وجہ سے غارت ہو گیا ہے۔ بچیوں کے معاشقے، ان کے گھروں سے فرار کے واقعات، اور گھر والوں سے چھپ کر پسند کی شادیوں کی کثرت، عریانی، فحاشی اور بے پردگی کو عروج ان ملعون پروگراموں اور آلات کی بدولت ملا ہے۔

ہماری ہمدردانہ گزارش ہے کہ میڈیا اپنی پرانی روش بدلے اور اسلام سے بغاوت وعداوت کا معاندانہ رویہ ترک کر کے اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرے۔ عریانی، فحاشی، بے دینی اور بے حیائی پر مبنی پروگرام، حیاسوز فلمیں اور ایمان کش مکالمے خصوصاً ملحدین، منکرین قرآن وسنت اور جدیدیت زدہ لوگوں کو میڈیا سے دور کریں اور ان کے پروگرامات اور ٹاک شوز پر مکمل پابندی لگائیں، جیسا کہ قرآن کریم کو کلام الٰہی ماننے سے انکار پر ایک ملحدہ کو مصری خاتون اینکر نے اپنے پروگرام سے اٹھا دیا اور اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر اپنے اسٹوڈیو سے نکل جانے کا حکم دے دیا، اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

”معروف مصری خاتون ٹی وی اینکر ریہام سعید نے ملحدانہ نظریات کی حامل خاتون اسکالر کو قرآن کریم کی توہین کرنے پر پروگرام کے دوران اسٹوڈیو سے نکال باہر کیا۔ القدس العربی کے مطابق نام نہاد مذہبی اسکالر ڈاکٹر نہی محمود نے ”نہار“ ٹی وی کے پروگرام میں گفتگو کے دوران بعض قرآنی احکامات کو غیر اہم ثابت کرنے پر زور دیتے ہوئے قرآن کریم کو کلام باری تعالیٰ ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم حضرت محمد ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے، جس پر پروگرام کی میزبانی کرنے والی خاتون اینکر ریہام سعید نے نام نہاد اسکالر خاتون کو مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر فوراً پروگرام سے اُٹھ جانے کا حکم دے دیا۔ ریہام سعید نے ملعونہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم جھوٹ، فریب اور جاہلانہ خیالات کے ذریعہ اسلامی معاشرے کو غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کر رہی ہو، لہٰذا پاگل پن کا مظاہرہ چھوڑ کر اسٹوڈیو سے نکل جاؤ۔ میزبان کے اس غیر متوقع رد عمل پر ملعونہ ڈاکٹر نہی محمود کے اوسان خطا ہو گئے اور میزبان سے اپنا ادب ملحوظ رکھنے کا کہتی رہی، تاہم ریہام سعید نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے اسٹوڈیو سے نکال دیا۔“ (روزنامہ اسلام، کراچی، بروز ہفتہ، ۱۷رمئی ۲۰۱۴ء)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت کاملہ عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

رمضان المبارک اور زکوٰۃ کی ادائیگی!

مفتی محمد راشد ڈسکوی

اسلامی مہینوں میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ فضائل پر مشتمل مہینہ ”رمضان المبارک“ ہے، اس ماہِ مبارک میں بہت ساری عبادات انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، یہ مہینہ شروع ہوتے ہی انسانوں میں ذہنی، ایمانی اور اعمالی اعتبار سے بہت سی خوشگوار تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، نہ صرف یہ، بلکہ ہمارے اردگرد کے معاشرے میں امن وامان، باہمی ہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک عجیب فضا قائم ہوتی ہے، چنانچہ اسی مہینے میں عام طور پر اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالنے کا دستور ہے، اگرچہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا براہِ راست رمضان المبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کا تعلق اس کے متعین نصاب کا مالک بننے سے ہے، لیکن چونکہ رواج ہی یہ بن چکا ہے کہ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے اس لئے اس موقع پر مناسب معلوم ہوا کہ اس ماہ میں جہاں رمضان، روزہ اور ان سے متعلق ہر ہر عبادت پر لکھا جاتا ہے اور خوب لکھا جاتا ہے، وہاں اسی مہینے میں ”زکوٰۃ“ پر بھی لکھا جائے، تاکہ اس فریضے کے ادا کرنے والے پوری ذمہ داری سے اپنے اس فریضے کو ادا کریں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ ہم معاشرے سے اس فضا کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت عمومی طور پر سارے مسلمانوں میں اپنا زور پکڑ چکی ہے کہ زکوٰۃ رمضان میں نکالنی ہے، بلکہ ہم یہ ماحول بنائیں اور اسی کے مطابق دوسروں کی ذہن سازی کریں کہ زکوٰۃ نکالنے والا اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے وقت پر زکوٰۃ نکالے اور اس کے لئے رمضان کا انتظار نہ کرے، چنانچہ ذیل میں ”زکوٰۃ کن اموال پر واجب ہوتی ہے؟“ پر تفصیلاً اور کچھ دیگر مسائل پر اجمالاً روشنی ڈالی جائے گی۔

زکوٰۃ کا معنی ومفہوم:

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکی اور بڑھنے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں ”مخصوص مال میں مخصوص افراد کے لئے مال کی ایک متعین مقدار“ کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوٰۃ: 1/ 99، دارالکتب العلمیہ)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان مال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، تو اس کا دل مال کی طرف مائل ہوجاتا ہے، دل کے اس میلان کی وجہ سے مال کو مال کہا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ اس مشغولیت کی وجہ سے انسان کئی روحانی و اخلاقی بیماریوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مثلاً: مال کی بے جا محبت، حرص اور بخل وغیرہ۔ ان گناہوں سے حفاظت اور نفس و مال کی پاکی کے لئے زکوٰۃ وصدقات کو مقرر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ زکوٰۃ سے مال میں ظاہری یا معنوی بڑھوتری اور برکت بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے بھی زکوٰۃ کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس کی فرضیت شریعت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن کا انکار کرنا کفر ہے، ایسا شخص دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کب ہوئی؟ اس سلسلے میں بہت سی آیات اور بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت مدینہ سے پہلے ہوئی جبکہ دوسری طرف بہت سی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی۔ چنانچہ اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نفسِ فرضیت تو ہجرت سے پہلے ہوگئی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکامات ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

زکوٰۃ کے فوائد، ثمرات وبرکات:

زکوٰۃ اللہ رب العزت کی جانب سے جاری کردہ وجوبی حکم ہے، جس کا پورا کرنا ہر صاحب نصاب مسلم پر ضروری ہے، اس فریضہ کے سرانجام دینے پر انعامات کا ملنا سو فیصد اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی تو ہم پر لازم تھی، اس کے پورا کرنے پر شاباش ملنا اور پھر اس پر بھی مستزاد، انعام کا ملنا (اور پھر انعام، دنیوی بھی اور اُخروی بھی) تو ایک زائد چیز ہے، دوسرے لفظوں میں سمجھئے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس حکم کا پورا کرنا ہر حال میں لازم تھا، چاہے کوئی حوصلہ افزائی کرے یا نہ کرے، کوئی انعام دے یا نہ دے، لیکن اس کے باوجود کوئی اس پر انعام بھی دے تو پھر کیا ہی کہنے! اور انعام بھی ایسے کہ

جن کے ہم بہر صورت محتاج ہیں، ہماری دنیوی و اُخروی بہت بڑی ضرورت ان انعامات سے وابستہ ہے، ذیل میں چند انعامات کا صرف اشارہ نقل کیا جارہا ہے، تفصیلی مباحث دیئے گئے حوالہ جات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

(1) زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مال کو بڑھاتے ہیں۔ (البقرۃ: 267۔ تفسیر جلالین، البقرۃ:267۔ وروح المعانی الجوبۃ:104۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب، رقم الحدیث:1410، 2/ 112، دار طوق النجاۃ)

(2) زکوٰۃ کی وجہ سے اجر وثواب سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ (البقرۃ:261، تفسیر البیضاوی، البقرۃ:261)

(3) زکوٰۃ کی وجہ سے ملنے والا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں، ہمیشہ باقی رہے گا۔ (الفاطر:29، 30)

(4) اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے افراد (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کا مقدر بن جاتی ہے۔ (الاعراف:156)

(5) کامیاب ہونے والوں کی جو صفات قرآن پاک میں گنوائی گئی ہیں، ان میں ایک صفت زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہے۔ (المؤمنین:4)

(6) زکوٰۃ ادا کرنا ایمان کی دلیل اور علامت ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء شطر الایمان، رقم الحدیث:280، دار المعرفۃ بیروت)

(7) قبر میں زکوٰۃ (اپنے ادا کرنے والے کو) عذاب سے بچاتی ہے۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجنائز، باب فی الرجل یرفع الجنازۃ، رقم الحدیث:12188، 7/ 473، دار قرطبۃ، بیروت)

(8) ایک حدیث شریف میں جنت کے داخلے کے پانچ اعمال گنوائے گئے ہیں، جن میں سے ایک زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی المحافظۃ علی وقت الصلوات، رقم الحدیث:429، 1/ 214، دار ابن حزم)

(9) انسان کے مال کی پاکی کا ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ (مسند احمد، مسند انس بن مالک، رقم الحدیث:12394)

(10) انسان کے گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکوٰۃ، باب فرض الزکوٰۃ، 3/ 63)

(11) زکوٰۃ سے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، کتاب الزکوٰۃ، فصل فی من آتاہ اللہ مالا من غیر مسألۃ، رقم الحدیث:3557، 3/ 282، دار الکتب العلمیۃ)

(12) زکوٰۃ سے مال کا شر ختم ہوجاتا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکوٰۃ، باب الدلیل علی أن من أدی فرض اللہ فی الزکوٰۃ، رقم الحدیث:7379)

اوپر جتنے فضائل ذکر کیے گئے ہیں وہ ہر قسم کی زکوٰۃ سے متعلق ہیں، چاہے وہ ''زکوٰۃ'' سونے چاندی کی ہو یا تجارتی سامان کی، عشر ہو یا جانوروں کی۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدیں:

فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر جہاں من جانب اللہ انعامات وفوائد ہیں وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں غفلت برتنے والے کے لئے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں، اور دنیا وآخرت میں ایسے شخص کے اوپر آنے والے وبال کا ذکر بکثرت کیا گیا ہے، ذیل میں ان میں سے کچھ ذکر کیے جاتے ہیں:

(1) جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اُن کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کرکے اس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (سورۃ توبہ:34، 35)

(2) ایسے شخص کے مال کو طوق بناکے اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ (سورۃ آل عمران:180)

(3) ایسا مال آخرت میں اُس کے کسی کام نہ آسکے گا۔ (سورۃ البقرۃ:254)

(4) زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا جہنم والے اعمال کا ذریعہ بنتا ہے۔ (سورۃ اللیل:5تا11)

(5) ایسے شخص کا مال قیامت والے دن ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا، جس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے، اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اُس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکوٰۃ، رقم الحدیث:1403، 2/ 110، دار طوق النجاۃ)

(6) مرتے وقت ایسا شخص زکوٰۃ ادا کرنے کی تمنا کرے گا لیکن اس کے لئے سوائے حسرت کے اور کچھ نہ ہوگا۔ (سورۃ المنافقون:10۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح، رقم الحدیث:1419، 2/ 110، دار طوق النجاۃ)

(7) ایسے شخص کے لئے آگ کی چٹانیں بچھائی جائیں گی اور اُن سے ایسے شخص کے پہلو، پیشانی اور سینہ کو داغا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکوٰۃ)

(8) ایسے افراد کو جہنم میں ضریع، زقوم، گرم پتھر، اور کانٹے دار و بدبودار درخت کھانے پڑیں گے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب الإسراء، رقم الحدیث:679)

(9) ایسے افراد سے قیامت میں حساب کتاب لینے میں بہت زیادہ سختی کی جائے گی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکوٰۃ، باب فرض الزکوٰۃ، 3/ 62)

(10) جب لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:2577)

(11) جب کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط سالی میں مبتلا کردیتے ہیں۔ (المعجم الأوسط للطبرانی، تحت من اسمہ عبدان، رقم الحدیث:4577)

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی:

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں تین چیزوں پر قسم اٹھاتا ہوں اور تمہیں ایک اہم خاص بات بتاتا ہوں، تم اسے یاد رکھنا۔ ارشاد فرمایا: کہ کسی بندے کا مال زکوٰۃ (وصدقہ) سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی ظلم کیا جاتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اور جو بندہ بھی سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں'' یا ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا'' اور میں [صلی اللہ علیہ وسلم] تمہیں ایک اور خاص بات بتاتا ہوں، سو تم اسے یاد رکھنا، ارشاد فرمایا: ''دنیا تو چار قسم کے افراد کے لئے ہے:

ایک اس بندے کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور دین کا علم، دونوں نعمتیں عطا فرمائیں، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (اس طرح کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا اور علم دین سے فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علم دین اور مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس (مال) میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچانتا ہے۔ (مثلاً: مال کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس اور افتاء وغیرہ کے ذریعے سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات کے اعتبار سے چاروں سے افضل ہے۔

دوسرے اس بندے کے لئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ شخص اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے اور اس شخص کا اور اس سے پہلے شخص کا ثواب برابر ہے۔

تیسرے اس بندے کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے، تو درجات میں یہ سب سے بدتر بندہ ہے۔

چوتھے اس بندے کے لئے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی اور نہ علم کی، تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلے میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو اپنے مال کے خرچ کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) سو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے پس اسکا گناہ اور وبال اس پہلے شخص کے گناہ اور وبال کے مطابق ہی ہوتا ہے۔''

زکوٰۃ کن افراد پر اور کن افراد کے لئے ہے؟

دنیا میں بسنے والے افراد کا جائزہ لیا جائے تو ان تمام افراد کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1) مال دار افراد، جن پر مخصوص شرائط کے بعد زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

(2) دوسرے غریب افراد، جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

(3) تیسرے وہ متوسط درجے کے افراد، جن پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوتی لیکن ان کے لئے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اب ان تینوں قسم کے افراد کو پہچاننے کے لئے کیا معیار اور کسوٹی ہے کہ اس کے مطابق ہر طبقے والا اپنی حالت اور کیفیت کو پہچان کر اس کے مطابق اپنے اوپر عائد احکامات الٰہیہ کو پہچان کر پورا کرسکے؟ اس کے لئے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے: ایک تو وہ کون سی اشیاء یا اموال ہیں جن کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ اور دوسرا وہ اشیاء یا اموال کتنی مقدار میں ہوں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص زکوٰۃ دینے والا یا زکوٰۃ لینے والا ٹھہرتا ہے؟ ان میں سے پہلی چیز کو ''اموالِ زکوٰۃ'' اور دوسری چیز کو ''نصابِ زکوٰۃ'' سے پہچانا جاتا ہے۔ ذیل میں اموالِ زکوٰۃ اور نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اموالِ زکوٰۃ:

اموالِ زکوٰۃ سے مراد وہ اشیاء یا اموال ہیں جن کا (مخصوص مقدار میں) مالک ہونے پر (جس کو نصاب سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ وہ کل چار قسم (کی اشیاء یا اموال) ہیں:

(1) **سونا:** عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، ڈلی ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (سونا) مال زکوٰۃ ہے۔

(2) **چاندی:** عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، ڈلی ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (چاندی) مال زکوٰۃ ہے۔

(3) **نقدی:** اپنے ملک کی ہو یا کسی اور ملک کی، اپنے پاس ہو یا بینک میں، چیک ہو یا ڈرافٹ، نوٹ ہو یا سکے، کسی کو قرض دی ہوئی ہو (بشرطیکہ ملنے کی امید ہو) یا اس کی سرمایہ کاری کر رکھی ہو، ان تمام صورتوں میں یہ (نقدی) مال زکوٰۃ ہے۔

(4) **مال تجارت:** یعنی تاجر کی دکان کا بردہ

سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تاحال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکوٰۃ ہے (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لئے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کرلیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکوٰۃ نہ رہا)۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، اموال الزکوٰۃ:2/100، دار احیاء التراث العربی)

یہ کل چار قسم کے اموال ہیں جن پر (مخصوص مقدار تک پہنچنے پر) زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی مقروض ہو تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچنے والے اموال کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

نصابِ زکوٰۃ:

سطور بالا میں معاشرے کے تین طبقات کو بیان کیا گیا تھا، جن کی تمیز "نصاب" کے مالک ہونے پر موقوف ہے، اس تمیز کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نصاب دو قسم کا ہوتا ہے، ایک نصاب کا تعلق "زکوٰۃ دینے والے" سے ہے اور دوسرے نصاب کا تعلق "زکوٰۃ لینے والے" سے ہے، دونوں قسم کے نصابوں میں کچھ فرق ہے، جو ذیل میں لکھا جارہا ہے:

پہلی قسم کا نصاب (زکوٰۃ دینے والے کے لئے):

اللہ رب العزت نے اپنے غریب بندوں کے لئے امراء پر ان کے اموال کی ایک مخصوص مقدار پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جس کو نصاب کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نصاب کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر کسی کے پاس اس نصاب سے کم ہو تو اس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اس نصاب میں صرف وہ (چاروں) اموالِ زکوٰۃ شامل ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے چاروں قسم کے اموالِ زکوٰۃ کی وہ مخصوص مقداریں، جن پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، ذیل میں لکھی جاتی ہیں:

(1) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" ہو اور کوئی مال (مثلاً: چاندی، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک سونا ساڑھے سات تولے (87،479 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر سونا اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، صفۃ الزکوٰۃ:2/105، دار احیاء التراث العربی)

(2) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک چاندی ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر چاندی اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، اموال الزکوٰۃ: 2/100، دار احیاء التراث العربی)

(3) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک نقدی اتنی نہ ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے، اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر نقدی اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، اموال الزکوٰۃ:2/103، دار احیاء التراث العربی)

(4) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہو (چاہے جتنی بھی ہو) یا سونا اور نقدی ہو یا سونا اور مالِ تجارت ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (تینوں مال) سونا، چاندی اور نقدی ہو یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ہو تو ان تمام صورتوں میں ان اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، صفۃ الزکوٰۃ:2/105،106، دار احیاء التراث العربی)

دوسری قسم کا نصاب (زکوٰۃ لینے والے کے لئے):

اس نصاب میں مذکورہ نصاب (یعنی پہلی قسم کے نصاب کی تمام صورتوں) کے ساتھ ضرورت سے زائد سامان کو بھی شامل کیا جائے گا اور نصاب کی اس دوسری قسم میں بھی وہ تمام صورتیں بنیں گی جو پہلی قسم کے نصاب میں بنتی تھیں، مثلاً:

(1) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (35، 612 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسی شخص پر صدقۂ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(2) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (35، 612 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقۂ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(3) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (35، 612 گرام) چاندی خریدی جاسکے، تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص

باقی صفحہ 13 پر

استقبالِ رمضان

رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے جس سے ہر سال مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ مضبوط ہو،اسے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت پڑے، وہ ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے اخلاق رذیلہ کو کچلنے اور اعلیٰ اوصاف واخلاق اپنے اندر پیدا کرے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اسلام سے باہر نظر دوڑا کر دیکھئے تو محسوس ہوگا کہ دنیا بھر کے فکری نظام کلیتاً انسان کے دماغ کو مخاطب کرتے ہیں اور مذہب وتصوف خالصتاً اس کے دل کو،ان دونوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ بادشاہت ہے جس پر وہ بلا شرکت غیرے حکمرانی کرتے ہیں اور یہ دو بادشاہ نہ صرف یہ کہ ایک ''اقلیم'' میں نہیں سماتے بلکہ بسا اوقات ایک دوسرے سے برسرپیکار نظر آتے ہیں،لیکن اسلام بیک وقت انسان کے دل ودماغ دونوں سے اس طرح خطاب کرتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسہ کشی پیدا نہیں ہوتی جو انہیں ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کردے۔اس کے بجائے ابتداً یہ دونوں اپنی اپنی حدود متعین کرکے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور بالآخر ایک دوسرے میں گھل مل کر اس طرح شیر وشکر ہوجاتے ہیں جیسے دو دریاؤں کا سنگم ایک حد پر جاکر دونوں کو یکجا کردیتا ہے۔یہ وہ مرحلہ ہے جہاں دل کو''عشق ومحبت'' کے ساتھ ''سوچنا سمجھنا'' بھی آجاتا ہے اور دماغ میں ''سوچنے سمجھنے'' کے ساتھ ''عشق ومحبت'' کی صلاحیت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔

اس لطیف حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس کی لطافت بیان سے زیادہ ادراک میں ہے، اگر انسان قرآن کریم کی ان آیات پر غور کرے جن میں ''سوچنے سمجھنے'' کو دماغ کے بجائے ''قلوب'' کی صفت قرار دیا گیا ہے تو اس کلام الٰہی کے اعجاز کے آگے فصاحت وبلاغت کی پوری کائنات سجدہ ریز نظر آتی ہے:اللہ اکبر۔

مختصر یہ کہ اسلام کی تعلیمات عقل اور عشق کا ایک ایسا حسین آمیزہ ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک عنصر کو بھی ختم کردیا جائے تو اس کا سارا حسن ختم ہوجاتا ہے،اگر عقائد وعبادات کا نظام عقل سے بالکلیہ آزاد ہوجائے تو کوئی توہم پرست یا دیو مالائی مذہب وجود میں آجاتا ہے اور اگر عقل کو وحی پر مبنی عقائد وعبادات سے آزاد کردیا جائے تو وہ کسی ایسے خشک سیکولر نظریے کو جنم دے کر رک جاتی ہے جو مادے کے اس پار دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے، نتیجتاً دونوں صورتوں میں محرومی ہے،کہیں جسم کے جائز تقاضوں سے،کہیں روح کے حقیقی مطالبات سے، جب سے سیکولرازم کے مقابلے کی ضرورت کے تحت اسلام کی سیاسی،معاشی اور معاشرتی تعلیمات پر ہمارے عہد کے مفکرین اور اہل قلم نے زیادہ زور دینا شروع کیا ہے،اس وقت سے بعض حضرات نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عقائد وعبادات کو پس منظر میں ڈال کر انہیں ثانوی حیثیت دے دی ہے اور انہیں وہ اہمیت دینا چھوڑ دیا ہے جو فی الواقع انہیں حاصل ہے،اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ایک ''معاشی جانور'' (Economic Animal) ہو کر رہ گیا ہے اور اس کی ساری دوڑ دھوپ اس جسم کو پالنے پوسنے کی حد تک محدود ہے جو ایک نہ ایک دن مٹی میں مل جانے والا ہے۔اسے روحانی ترقی کے ان مدارج کی کوئی فکر نہیں جو درحقیقت انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتے ہیں اور جن کی بدولت وہ مٹی سے ملنے کے باوجود بھی زندہ جاوید رہتا ہے۔

جو لوگ مادی منافع اور نفسانی لذتوں ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں ذرا ان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھئے وہ راحت و آرام کے سارے اسباب ووسائل اپنے پاس رکھنے کے باوجود ''سکون قلب'' کی دولت سے کتنے محروم ہیں؟

اس لئے انہوں نے اپنے گردوپیش میں جو دنیا بنائی ہے وہ چاہے دنیا کے سارے خزانے لاکر ان کے

رمضان کا مہینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس مبارک مہینے میں وہ جسمانی غذا کی مقدار کم کرکے روحانی غذا میں اضافہ کردے اور اپنے جسمانی سفر کی رفتار ذرا دھیمی کرکے روحانی سفر کی رفتار بڑھادے اور ایک مرتبہ پھر دونوں کا توازن درست کرکے اس نقطۂ اعتدال پر آجائے جو اس زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے

قدموں پر ڈھیر کرسکتی ہو، لیکن قلب کو سکون اور روح کو قرار بخشنا اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ خدا ناآشنا زندگی کا لازمی خاصہ ہے کہ اس کے شیدائی ایک انجانی سی بے قراری کا شکار رہتے ہیں۔ اس بے قراری کا ایک کرب انگیز پہلو یہ ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بے قرار کیوں ہیں؟ وہ ہمہ وقت اپنے دل میں ایک نامعلوم اضطراب اور پراسرار کسک محسوس کرتے ہیں، لیکن یہ اضطراب کیوں ہے؟ کس لئے ہے؟ وہ نہیں جانتے۔

انسان کائنات کا خالق و مالک نہیں وہ کسی کی مخلوق ہے، اس کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ وہ کسی کی بندگی کرے۔ اس لئے اس کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ وہ کسی لافانی ہستی کے آگے سرنگوں ہو، اس کی عظمتوں پر اپنے عجز و نیاز کی پونجی نچھاور کرے، مصائب میں اس کے نام کا سہارا لے، اسے مدد کے لئے پکارے اور زندگی کے مشکل ترین لمحات میں اس کی توفیق سے رہنمائی حاصل کرے۔ آج کی مادہ پرست زندگی، اسے خواہ دنیا کی ساری نعمتیں عطا کرسکتی ہو، لیکن اسکی اس فطری خواہش کی تسکین نہیں کرسکتی۔ انسان کی یہ فطرت بعض اوقات نفسانی خواہشات کے انبار میں دب تو جاتی ہے، لیکن مٹتی نہیں اور یہی وہ چھپی ہوئی فطری خواہش ہے جو اسے کیف و نشاط کے سارے وسائل مل جانے کے باوجود آرام نہیں لینے دیتی اور بعض اوقات اس کی زندگی کو اجیرن بنا کر چھوڑتی ہے:

یوں زندگی گزار رہا ہوں تیرے بغیر
جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

اسلام کی تعلیمات میں ''عبادات'' کا شعبہ اسی مقصد کے لئے رکھا گیا ہے کہ اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کرلیا جائے تو عبادات کے یہ طریقے انسان کی روح کو حقیقی غذا فراہم کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم بناتے ہیں اور جسم و روح کے تقاضوں میں توازن پیدا کرکے انسان کو ایک ایسے نقطۂ اعتدال (Equilibisum) تک پہنچاتے ہیں جو در حقیقت سکون و اطمینان کا دوسرا نام ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''الا بذکر اللہ تطمئن القلوب''

ترجمہ: ''یاد رکھو! اللہ کے ہی ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

رمضان کا مقدس مہینہ ہر سال اس لئے آتا ہے کہ سال کے گیارہ مہینے انسان اپنی مادی مصروفیات میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ وہی مصروفیات اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں اور اس کے دل پر روحانی اعمال سے غفلت کے پردے پڑنے لگتے ہیں۔ عام دنوں کا حال یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کی مصروفیات میں خالص عبادتوں کا حصہ بہت کم ہوتا ہے اور اس طرح انسان اپنے روحانی سفر کی بنسبت پیچھے رہ جاتا ہے۔ رمضان کا مہینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس مبارک مہینے میں وہ جسمانی غذا کی مقدار کم کرکے روحانی غذا میں اضافہ کردے اور اپنے جسمانی سفر کی رفتار ذرا دھیمی کرکے روحانی سفر کی رفتار بڑھادے اور ایک مرتبہ پھر دونوں کا توازن درست کرکے اس نقطۂ اعتدال پر آجائے جو اس زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اگر ذرا غور سے دیکھیں تو اسی نقطۂ اعتدال پر پہنچنے کی مسرت ہے جس کا جشن ''عیدالفطر'' کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔

> **رمضان المبارک میں سب سے زیادہ اہتمام اس بات کا ہونا چاہئے کہ آنکھ، زبان، کان اور جسم کے تمام تر اعضا ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہیں، اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ اٹھے**

لہٰذا رمضان المبارک صرف روزے اور تراویح ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس مہینے میں نفلی عبادات کی طرف بھی خصوصی توجہ دے اور اس کی حق تلفی کئے بغیر اگر اپنے اوقات کو مادی مصروفیات سے فارغ کرسکتا ہے تو انہیں فارغ کرکے زیادہ سے زیادہ نوافل، تلاوت اور ذکر و تسبیح میں صرف کرے۔

''کسی کی حق تلفی کئے بغیر'' میں نے اس لئے کہا کہ اگر کوئی شخص کہیں ملازم ہے تو ڈیوٹی کے اوقات میں اپنے فرائض منصبی چھوڑ کر نفلی عبادات میں مشغول ہونا شرعاً جائز نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس اپنے فرائض منصبی سے متعلق کوئی کام نہیں ہے اور وہ خالی بیٹھا ہوا ہے تو بات دوسری ہے۔

لیکن کسی کی حق تلفی کئے بغیر بھی رمضان المبارک میں اپنی مادی مصروفیات ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور کم کرسکتا ہے اور اپنے آپ کو ایسے مشاغل سے فارغ کرسکتا ہے جو یا تو غیر ضروری ہیں یا انہیں مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح جو وقت ملے اسے نفلی عباداتوں، ذکر اور دعا میں صرف کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ جو بات سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے دن میں انسان جب روزے کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضے سے وہ چیزیں ترک کردیتا ہے جو عام حالات میں اس کے لئے حلال تھیں، اب یہ کتنے ستم ظریفی کی بات ہوگی کہ انسان روزے کے تقاضے سے حلال کام تو ترک کردے، لیکن وہ کام بدستور کرتا رہے جو عام حالات میں بھی حرام ہیں۔ لہٰذا اگر کھانا پینا چھوڑ دیا، مگر

جھوٹ، غیبت، دل آزاری، رشوت ستانی وغیرہ جو ہر حالت میں حرام کام تھے، وہ نہ چھوڑے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسا روزہ انسان کی روحانی ترقی میں کتنا مددگار ہوسکتا ہے؟

لہٰذا رمضان المبارک میں سب سے زیادہ اہتمام اس بات کا ہونا چاہئے کہ آنکھ، زبان، کان اور جسم کے تمام تر اعضا ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہیں، اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ اٹھے۔

رمضان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کی غم خواری کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ وخیرات بھی بہت کثرت سے کیا کرتے تھے، اس لئے رمضان میں ہمیں بھی صدقہ وخیرات، دوسروں کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی معاونت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

یہ صلح وصفائی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس میں جھگڑوں سے اجتناب کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔"

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے جس سے ہر سال مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ

یہ صلح وصفائی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس میں جھگڑوں سے اجتناب کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔"

مضبوط ہو، اسے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت پڑے، وہ ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے اخلاق رذیلہ کو کچلنے اور اعلیٰ اوصاف و اخلاق اپنے اندر پیدا کرے۔ اس کے اندر نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے پرہیز کا جذبہ بیدار ہو، اسکے دل میں خوف خدا اور فکر آخرت کی شمع روشن ہو جو اسے رات کی تاریکی اور جنگل کے ویرانے میں بھی غلط کاریوں سے محفوظ رکھ سکے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور قرآن کریم نے اسی کو روزوں کا اصل مقصد قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ." (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔"

جو شخص تقویٰ کے اس تربیتی کورس سے ٹھیک ٹھیک گزر جائے، اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری عطا فرمائی ہے:

"جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزر گیا ہے اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان ہمیں سال بھر کی سلامتی سے ہمکنار کرنے کے لئے آیا ہے، بشرطیکہ ہم سلامتی چاہتے ہوں اور یہ سلامتی حاصل کرنے کے لئے اس ماہ مقدس کا استقبال اور اکرام و اعزاز کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔ ☆☆☆

بقیہ: ...... رمضان المبارک اور زکوٰۃ کی ادائیگی

پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے اور اگر ان دونوں کی قیمت اتنی نہ ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612.35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو ایسے شخص کا زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

(4) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو (چاہے جتنا بھی ہو)۔

(5) اگر کسی کے پاس سونا، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔

(6) اگر کسی کے پاس سونا، مال تجارت اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔

(7) اگر کسی کے پاس چاندی، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔

(8) اگر کسی کے پاس چاندی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ہو۔

(9) اگر کسی کے پاس (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔

(10) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، مال تجارت ہو اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔

(11) اگر کسی کے پاس (پانچوں مال) سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو تو ان تمام صورتوں میں ان تمام اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے (612.35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کا زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں صاحب نصاب نہیں کہلاتا، یعنی اس شخص کا زکوٰۃ اور ہر قسم کے صدقات واجبہ لینا جائز ہوگا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، معارف الزکوٰۃ:158/2، دار احیاء التراث العربی)

(جاری ہے)

نظامِ حکومت اور اسلامی ہدایات

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی

مذہب اسلام انسانی زندگی کے سارے ہی شعبہ جات پر حاوی ہے، وہ جہاں عقائد وایمانیات، عبادات واخلاق، آدابِ معاشرت ومعاملات میں رہنمائی کرتا ہے وہیں نظامِ حکومت کے سلسلہ میں بھی احکام وہدایات دیتا ہے؛ کیونکہ نظامِ حکومت وسلطنت کا شعبہ اہم ترین شعبہ ہے، اسی پر دوسرے بہت سے شعبوں کا وجود موقوف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور ارشادات کے ذریعہ اس شعبہ کے بارے میں بھی امت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے؛ چنانچہ ہجرت کے بعد جب مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہوگئی تو از خود ایک چھوٹی سی حکومت بھی قائم ہوگئی، آپ رسول اللہ بھی تھے اور ساتھ ہی اس حکومت کے سربراہ اور فرمانروا بھی، تقریباً دس سال آپ ﷺ نے نظامِ حکومت کو سنبھالا اسے پروان چڑھایا؛ چنانچہ ان دس سالوں میں اس دور کے معیار کے مطابق وہ سب ہی کام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کرائے جو حکومت کے سربراہان وذمہ داران ہی کے کرنے کے ہوتے ہیں، اس مدت میں اسلامی حکومت کا دائرۂ اقتدار مسلسل وسیع ہوتا رہا اور تیزی سے آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دور میں پورا عرب بلکہ یمن اور بحرین کے علاقے بھی اس حکومت کے زیرِ اقتدار آگئے، آپ ﷺ نے اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے اس راستہ میں رکاوٹ ڈالنے والی دشمن طاقتوں سے مقابلہ اور جہاد بھی کیا، ضرورت پڑنے پر فوجی مہمیں اور فوجی دستے بھی روانہ فرمائے، صلح کے معاہدے بھی کیے، جزیہ، خراج اور زکوٰۃ کی وصولی نیز ریلیف کا نظام بھی قائم فرمایا، زیرِ اقتدار آنے والے علاقوں میں قاضی، والی اور عامل بھی مقرر کیے۔

آپ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ خواص واصحاب ورفقاء میں سے جو چار حضرات یکے بعد دیگرے اس حکومتی نظام کو چلانے میں آپ ﷺ کے جانشین ہوئے انہوں نے بھی اپنے اپنے زمانوں کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے حتی الامکان اس کی کوشش کی کہ حکومت سے متعلق سارے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور آپ کی ہدایات کی مکمل پابندی اور پیروی کی جائے ان حضرات کے اسی امتیاز کی وجہ سے ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے اور ان کے دورِ حکومت کو خلافتِ راشدہ، یعنی وہ حکومت جس میں آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی حتی الامکان پوری پابندی وپیروی کی جائے، غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی حکومتوں میں اسلامی حکومتوں اور ان کے سربراہوں کے لئے خصوصاً اور ساری دنیا کی دیگر حکومتوں اور ان کے سربراہان وذمہ داران کے لئے اصولی درجہ میں مکمل رہنمائی موجود ہے؛ نیز ان کی کیا خاص ذمہ داریاں ہیں؟ عوام الناس کے ساتھ ان کا اور عوام کا ان حکومتی ذمہ داروں کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہیے اس کی مکمل ہدایات ہیں۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام کو حکمرانوں کی اطاعت اور حکمرانوں کو تقویٰ و پرہیزگاری اور عدل وانصاف اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے، بلکہ حکمران کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت اور اس کی نافرمانی وحکم عدولی کو اپنی نافرمانی سے تعبیر فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور حکومت کا سربراہ ڈھال ہے کہ اس کے پیچھے سے قتال کیا جاتا ہے اور اسی سے بچاؤ بھی کیا جاتا ہے، اگر وہ خدا ترسی اور پرہیزگاری کا حکم کرے اور عدل وانصاف کا رویہ اختیار کرے تو اس کے لئے اس عمل کا بڑا اجر وثواب ہے اور اگر وہ اس کے خلاف کرے تو اس پر اس کا وبال وعذاب ہے۔ (بخاری ومسلم)

قرآن کریم میں مَنْ یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ کا ضابطہ مسلّم ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ جو بھی احکام دیتے ہیں وہ منجانب اللہ ہی ہوتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تعمیل عین حکم خداوندی کی تعمیل ہے اور آپ کی نافرمانی گویا اللہ کی نافرمانی ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے کہ حاکم کی اطاعت کی جائے اور اس کا حکم مانا جائے بشرطیکہ خلافِ شریعت نہ ہو تو حاکم کی اطاعت بھی رسول اللہ کی اطاعت ہوگی اور اس کی نافرمانی آپ ﷺ کی

نافرمانی متصور ہوگی اس ارشاد کا خاص پیغام یہ ہے کہ معروفات اور اچھی باتوں میں حاکم کی اطاعت کی جائے، کیونکہ بالواسطہ یہ خود اللہ اور اس کے رسول ہی کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اور حاکم وقت بمنزلہ ڈھال کے ہے یعنی لوگوں کے دین وایمان، جان مال کا محافظ وذمہ دار ہے کہ دشمنوں سے اپنی رعایا کے دین وایمان اور جان ومال کی حفاظت حاکم کی ذمہ داری ہے، لہٰذا ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ تقویٰ اور عدل و انصاف کو لازم پکڑیں، یعنی ہمیشہ یہ بات ان کے پیش نظر رہے کہ خدا ہر وقت اور ہر حال میں ہم کو دیکھ رہا ہے اور قیامت میں اس کے حضور پیشی ہوگی اور حاکم وذمہ داری کی حیثیت سے جو کچھ ہم نے دنیا میں کیا ہوگا اس کا بڑا سخت محاسبہ ہوگا اس سے کبھی غافل نہ ہوں اور عدل وانصاف اور تقویٰ پر قائم رہنے کی پوری کوشش کریں یہی چیز آخرت کی جوابدہی کے سلسلہ میں انہیں کام آئے گی اگر ایسا کریں گے تو آخرت میں بڑا اجر پائیں گے اور اگر اس کے خلاف چلیں گے تو شدید عذاب ووبال بھگتنا پڑے گا: کیونکہ امام عادل اور نرم خو رحم دل حاکم بروز قیامت اللہ کے بندوں میں سب سے افضل شمار ہوگا جو اپنی سربراہی میں منصف مزاجی کا عادی ہو اور جو سخت دل ظالم وجابر حاکم ہوگا وہ بدترین درجہ میں ہوگا (شعب الایمان للبیہقی) اس حدیث سے معلوم ہوگا کہ حکومتی ذمہ داری عدل وانصاف نرم خوئی اور رحم دلی کے بغیر ادا نہیں ہوسکتی، اسی پر اللہ کی رحمت اور دستگیری کے فیصلہ ہوتے ہیں اس کے خلاف کرنے والا بدترین درجہ کا حامل ہوگا۔

حکومتی ذمہ داروں کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہمیشہ عوام کی خیرخواہی کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دیں اور اگر وہ خود اپنے مفادات کی خاطر ملی مسائل وضروریات کو نظر انداز کردیں تو اخروی اعتبار سے اس کے سخت ترین نتائج ہوں گے: حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا راعی یعنی عوام کا حاکم ونگران بنائے اور وہ ان کی خیرخواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا (متفق علیہ) اس حدیث میں اور اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی صاحب حکومت حاکم کو "راعی" اور اس کے زیر حکومت عوام کو رعیت کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے، جس سے حاکم کو رعایا کے حق میں اس کی اصل حیثیت وذمہ داری بتلائی گئی ہے، کیونکہ عربی زبان میں راعی کے معنی چرواہے اور نگہبان کے ہیں اور رعیت وہ ہے جس کو چرواہا چرائے اور جس کی حفاظت ونگہبانی اس کے ذمہ میں ہو صرف یہی دو لفظ یہ بتلانے کے لئے کافی ہیں کہ حکومت کا اسلامی تصور کیا ہے اور حکمرانوں کی اپنی عوام کے متعلق کیا ذمہ داریاں ہیں، فرض شناس چرواہے ان جانوروں کو جن کا چرانا اور نگرانی کرنا ان کے ذمہ میں ہوتا ہے، سرسبز چراگاہوں میں لے جاتے ہیں، درندوں، چوروں اور رہزنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور شام کو گھر واپس لاتے ہیں، اس طرح ان کو کھلانا پلانا اور ان کی دیکھ بھال ہی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکمران کا فرض ہے کہ جو لوگ اس کے زیر حکومت ہیں ان کی خیرخواہی اور خیراندیشی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے اور حکمران کی حیثیت یہی ہے کہ وہ عوام کا محافظ اور رکھوالا ہے اور ان کی ضروریات کی فکر کرنا اس کی ذمہ داری ہے، اگر وہ اس سلسلہ میں بے پروائی برتے گا ان کی خیرخواہی پوری پوری نہ کرے گا تو وہ جنت سے بلکہ اس کی خوشبو تک سے بھی محروم رہے گا اور اللہ کے نزدیک مجرم ثابت ہوگا۔

حاکم وقت کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ اہل حاجت کے لئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے: ورنہ وہ اپنی ضرورت مندی کے وقت اللہ کی مدد سے محروم رہے گا، حضرت عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حکمران ضرورت مندوں اور کمزور بندوں کے لئے اپنا دروازہ بند کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، اس کی ضرورت اور اس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کرلے گا، یعنی اس کی ضرورت مندی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوگی (ترمذی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی طریقہ یہ تھا کہ اصحاب حاجت بلا روک ٹوک ان تک پہنچ کر مل سکتے تھے اور اپنے مسائل پیش کرسکتے تھے، ان حضرات کے یہاں ضرورت مندوں کے لئے کبھی دروازے بند نہیں رہا کرتے تھے: لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خاص وجہ (آپ پر قاتلانہ حملہ) کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت پر پابندی لگادی تھی: لیکن ان کے سنت پر عمل کے جذبہ کو دیکھیں کہ جب یہ حدیث معلوم ہوئی تو آپ نے دروازہ پر ایک خاص آدمی صرف اسی کام کے لئے مقرر کردیا جو لوگوں کی حاجات وضروریات معلوم کرکے آپ تک پہنچاتا تھا، آج صورت حال عجیب ہے، ہر حاکم، ہر ایم این اے بلکہ بستی کے ایک ادنیٰ سے لیڈر کو اس کی چاہ ہوتی ہے کہ لوگ اس کے آگے پیچھے گشت لگاتے پھریں، ہر وقت اس کے پاس لوگوں کا جمگھٹا لگا ہو اور وہ اس کے آنے کے منتظر ہوں اور اس کی آمد سے پہلے اپائنٹمنٹ لیں: پھر یہ صاحب اپنی مرضی کے مطابق آکر برائے نام مسائل سن کر حل کرنا تو دور کی بات صرف جھوٹی تسلی اور جھوٹے وعدوں کے ذریعہ ان کو واپس کردیں اور کبھی کبھار تو اہل حاجت کو بھری مجلس میں جھڑک دیں، جس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، ایسے حاکموں کے لئے اس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے کہ اللہ ان کی ضرورت وحاجت کے موقع پر اپنا دست نصرت روک لیں اور غیبی طریقہ سے ان کو لاینحل مسائل میں مبتلا کردیں۔ اعاذنا اللہ منہ ☆☆☆

ڈیجیٹل تصویر

دارالعلوم دیوبند کا موقف اور فتاویٰ

مفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی

زیر نظر فتاوی ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں ہیں جو ازہر الہند دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے جاری کیے گئے ہیں، مذکورہ بالا دونوں اداروں کے حضرات مفتیان کرام نے ڈیجیٹل تصویر کو بھی ممنوع تصویر کے حکم میں داخل کر کے اس کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، عام مسلمانوں کے فائدے کے پیش نظر مندرجہ ذیل فتاویٰ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

سوال: بعض اہل علم کا رجحان ڈیجیٹل تصویر کے جواز کی طرف ہے جس کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

❶ یہ اشیاء بالعکس ہے جو پائیدار نہیں ہے، اس لیے تصویر کے حکم میں داخل نہیں ہے۔

❷ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط قسم کے پروپیگنڈے میڈیا کے ذریعے کیے جا رہے ہیں، جن کے دفاع کے لیے ٹی وی پر آنے کی شدید ضرورت پیدا ہو گئی ہے، اس رجحان پر مبنی ایک بڑے ادارے کا مفصل فتویٰ مفتی عبدالرحمٰن صاحب نے بنگلہ دیش سے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں ارسال کر کے اس مسئلے میں دارالعلوم دیوبند کا موقف معلوم کیا تھا، مفتی عبدالرحمٰن صاحب کی تحریر درج ذیل ہے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی قدر محترم المقام حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون:

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے، ہم بھی بحمداللہ خیریت سے ہیں، خدمتِ اقدس میں ضروری عرض یہ ہے کہ دارالعلوم کراچی پاکستان سے ایک فتوی بندے کے پاس ایک خط کے ساتھ آیا ہے، جس میں اس فتوی کے سلسلے میں رائے طلب کی گئی ہے، اس فتوی کو اچھی طرح پڑھا تحریر میں تیزی تو بہت ہے مگر قلب منشرح نہیں، اس قسم کا فتوی لکھنے والا عموماً نوجوانوں کا طبقہ ہے، اور بندہ اکابر دیوبند کے افکار و نظریات کو ماننے اور چلنے کا پابند ہے، اسی بنا پر حضرت والا کے پاس فتوی کے سارے کاغذات ارسال ہیں اور یہ دریافت طلب ہے کہ اس مسئلے میں دارالعلوم دیوبند کا موقف کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرمانے کا امیدوار ہوں، دارالافتاء اس لیے نہیں بھیجا کہ مجھے فتوی حاصل کرنا نہیں، بلکہ دارالعلوم دیوبند کے موقف سے مطلع ہونا چاہتا ہوں۔ والسلام

مفتی عبدالرحمٰن

رئیس و موسس مرکز الفکر الاسلامی بنگلہ دیش

بشوندرا، ڈھاکہ، جامعۃ الابرار ریور ویو، ڈھاکہ

حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی عبدالرحمن صاحب کی طرف سے مرسلہ مفصل فتویٰ، دارالافتاء بھیج کر رائے طلب فرمائی تو مفتیان دارالعلوم دیوبند نے سب تحریریں پڑھ کر مسلکہ جواب فتویٰ کی شکل میں پیش کیا۔ (646/ب 1430ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم ومکرم گرامی مرتبت حضرت مہتمم صاحب زیدت معالیکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے فتاوے ارسال کر کے دارالعلوم دیوبند کا موقف معلوم کیا ہے، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ڈیجیٹل سسٹم کے تحت اسکرین پر جو مناظر، یعنی تصویریں وغیرہ آتی ہیں، وہ سب شرعاً تصویر کے حکم میں ہیں، یہ سینما کی تصویروں کے مثل ہیں، فرق اتنا ہے کہ سینما میں ریز (بہانے والا کسی چیز کا ٹکڑا) سامنے سے ڈالی جاتی ہے اور ٹی وی میں پیچھے سے، جو مفاسد سینما کی تصویروں سے پیدا ہوتے ہیں، وہی سارے مفاسد ٹی وی کی تصویروں سے بھی پیدا ہوتے ہیں، اس لیے ان تصاویر کا دیکھنا شرعاً ناجائز قرار دیا جائے گا، دارالعلوم دیوبند کے ارباب افتاء کا فتویٰ اور موقف یہی ہے، البتہ شرعی ضرورت اور اضطرار کی حالت کے احکام اور ہوں گے۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند 1430/4/28

الجواب صحیح محمود حسن بلند شہری غفرلہ، وقار علی غفرلہ، فخر الاسلام عفی عنہ

زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

تصویر سے متعلق ایک اور فتویٰ

از حضرت مفتی محمود حسن بلند شہری (نائب مفتی دارالعلوم دیوبند)

محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: دیگر عرض خدمت عالیہ اینکہ تصویر کشی اور تصویر سازی کی حرمت اظہر من الشمس ہے اور کسی مفتی نے اس کی حلت کا فتویٰ آج تک نہیں دیا، مگر ضرورت شدیدہ کی بناء پر، اس کے باوجود بغیر کسی ضرورت کے اس کا ابتلائے عام ہوتا جارہا ہے، ان نازک حالات میں ہم اس کے خلاف آواز اور ایک تحریک اٹھانا چاہتے ہیں، شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

برائے مہربانی مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

اس سے قبل بھی 1990ء میں تحریک حجاب کے جواز پر یہیں سے فتویٰ لیا گیا، جس سے بڑی کامیابی ہوئی، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس تحریک میں بھی کامیابی عطا فرمائے۔

العارض حکیم فضل الکریم حسینی

مفتی اعظم مدنی دارالافتاء، عالمی خواتین مدنی مشن، آسام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ العصمۃ والتوفیق: حامداً ومصلیاً: تصویر کشی وتصویر سازی کا حرام ہونا تو آپ کو معلوم ہی ہے نصوص بھی آپ کے سامنے ہیں، جواہر الفقہ میں مستقلاً ایک رسالہ اس سلسلہ میں لگا ہوا ہے، اس میں دلائل مذکور ہیں، ابتلائے عام کی وجہ سے یہ جائز نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی ہے، آپ اس سلسلہ میں

اصلاحی تحریک چلانا چاہتے ہیں، ماشاءاللہ بہت مبارک جذبہ ہے، اللہ پاک پوری کامیابی عطا فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الاحقر محمود حسن بلند شہری غفرلہ دارالعلوم دیوبند 1428/4/24ھ

الجواب صحیح: حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ، زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

محمد ظفیر الدین غفرلہ

تصویر سے متعلق ایک اور فتویٰ

از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

(صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا شیخ حکیم فضل الکریم صاحب الحسینی مفتی اعظم مدنی دارالافتاء، آسام نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ سے تصویر کشی کے ابتلائے عام ہو جانے کی وجہ سے اس کے جواز وعدم جواز کی بابت دریافت کیا، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے درج ذیل تحریر ارقام فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم زید مجدکم!.................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے فوٹو کے تعلق سے دریافت کیا ہے کہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ناجائز ہے تو اکابر کا عمل اس سے مختلف کیوں ہے؟ عام طور پر بڑے بڑے لوگ جلسوں میں اور کانفرنسوں میں بے دھڑک فوٹو کھنچواتے ہیں، بلکہ اب تو بعض بڑے ٹی وی پر بھی آنے لگے ہیں۔

تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ برصغیر (انڈیا، پاکستان اور بنگلہ دیش) کے تمام مفتیان کرام بالاتفاق فتویٰ دیتے ہیں: کیمرے کا فوٹو بھی حرام ہے، حدیث صحیح میں جس تصویر کی ممانعت آئی ہے، وہ اس تصویر کو بھی شامل ہے، مصر اور عرب کے بعض علماء اس میں اختلاف رکھتے ہیں، مگر برصغیر کے علماء میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

مگر امت کے اکابر عملی طور پر اپنے مفتیوں کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے ذہنوں میں کیمرے کے فوٹو کی کوئی خاص قباحت نہیں رہی، یہ ایک بڑا المیہ ہے، میں ہمیشہ اکابرین سے عرض کرتا ہوں کہ اگر مسئلہ بدل گیا ہے اور کیمرے کا فوٹو جائز ہو گیا ہے تو پہلے دارالافتاؤں سے کہو کہ وہ جواز کا فتویٰ دیں، پھر فوٹو کھنچواؤ، موجودہ صورت دین کی تضحیک کا سبب ہے، عوام کہتے ہیں کہ لوجی! مفتی صاحبان یہ فتویٰ دیتے ہیں اور ''حضرت جیوں'' کا یہ عمل ہے اور جب ایک مسئلہ میں عوام کے ذہنوں سے دین کی قدر ومنزلت ختم ہو جائے گی تو دین کے دوسرے شعبوں کا بھی یہی حال ہوگا۔

بلکہ بعض تجارت پیشہ عاقبت اندیشوں نے اکابرین کے فوٹوؤں کی تجارت شروع کر دی ہے، یہاں حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور دیگر بہت سے بزرگوں کے فوٹو دھڑلے سے بک رہے ہیں، اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے، اس لیے اکابرین سے میری گزارش ہے کہ خدارا دین پر رحم کریں، اگر ان کے دل میں دین کی کوئی قدر نہیں ہے تو عوام کو تباہ نہ کریں۔ واللہ یھدی السبیل.

املاہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری، خادم دارالعلوم دیوبند 1428/5/25ھ

اصاب من اجاب: محمد امین پالن پوری، خادم دارالعلوم دیوبند، کیم جمادی الاخریٰ 1428ھ

جاری ہے

مسواک کی اہمیت

محمد الیاس عادل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں، بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔'' (ابو نعیم)

معلوم ہوا کہ مسواک نہ صرف منہ کی صفائی کرتی ہے بلکہ ثواب کے حصول کا بھی باعث ہے، نماز سے قبل مسواک کرنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے جس کا فائدہ بفضل باری تعالیٰ آخرت میں ہوگا، اللہ تعالیٰ بندے پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرمائے گا۔

رات کے وقت مسواک کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی اور مسواک رکھی جاتی تھی جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو اٹھتے تو پہلے قضائے حاجت کرتے اور پھر مسواک فرماتے۔ (ابوداؤد شریف)

اس حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے سے قبل مسواک ضرور کیا کرتے تھے، خواہ دن کا وقت ہو یا رات کا کوئی پہر۔ مسواک کرنا آپ ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔ مسواک کی اہمیت احادیث مسلمہ سے بعض مقامات پر اس کی تاکید بھی آئی ہے۔

مسواک کرنے کی تاکید:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں کثرت سے مسواک کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔'' (بخاری)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے مسواک کے متعلق اس قدر تاکید کے ساتھ حکم ہوا ہے کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ مجھ پر فرض نہ ہو جائے۔'' (احمد، طبرانی فی الکبیر)

نیند سے بیدار ہونے کے بعد:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ اپنا دہن مبارک مسواک سے صاف کرتے تھے۔'' (بخاری و مسلم)

بوقت وصال مسواک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نزع کی حالت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا کہ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں سبز مسواک تھی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی نظر مبارک مسواک کی طرف فرمائی۔ میں سمجھی کہ آپ ان کی مسواک کو پسند فرما رہے ہیں اور اس کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں، چنانچہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ مسواک چاہتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اطہر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں! میں نے اسے (مسواک کو) لے لیا اور پھر اپنے دانتوں سے نرم کر کے وہ مسواک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دے دی۔ آپ نے خوب مسواک فرمائی اور اس سے زیادہ فرمائی جتنی کہ آپ کی عادت کریمہ تھی۔ اس کے بعد مجھے واپس کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے آخری دن میں میرے لعاب دہن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن میں ملا دیا جو کہ روز آخرت کا پہلا دن تھا۔ آپ نے جلدی سے مسواک کی، آپ کی نگاہ مبارک مکان کی چھت پر تھی اور اپنے دست مبارک اٹھا کر فرماتے تھے الرفیق الاعلیٰ۔ اسی حالت میں تھے کہ یک دم دست مبارک نیچے ہوئے اور آپ کی روح اطہر اعلیٰ علیین کی طرف رحلت فرما گئی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون.

اللھم صل علی محمد وبارک وسلم۔''

چار سنتیں:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں: (۱) ختنہ کرنا، (۲) عطر لگانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) نکاح کرنا۔ (احمد، ترمذی)

رسولوں کی عادات:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں رسولوں کی عادات میں سے ہیں: (۱) جلدی افطاری کرنا، (۲) سحری کھانے میں دیر کرنا، (۳) مسواک کرنا۔ (طبرانی)

مسواک کا حکم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے (اتنی کثرت سے) مسواک کا حکم کیا گیا کہ مجھے اس کے بارے میں وحی آنے کا خیال ہونے لگا، یعنی میں نے سمجھا کہ قرآن (حکیم) میں اس کا کوئی حکم نازل ہوگا۔" (ابویعلیٰ)

کثرت سے مسواک کرنا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کیا کرو، کیونکہ مسواک منہ کی پاکی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (کا باعث) ہے جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ مسواک کی وصیت کرتے رہتے، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ ہوجائے اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک فرض کردیتا اور میں اس قدر کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے منہ کے اگلے حصے کے چھل جانے کا خوف ہے۔ (ابن ماجہ)

سفر میں مسواک:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو اپنے ساتھ مسواک، پیشاب دانی، کنگھا، سرمہ دانی اور آئینہ لے جاتے تھے۔ (ابونعیم، ابن جوزی)

قرآن پڑھنے سے قبل مسواک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: "تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں، اس لئے ان کو مسواک کے ذریعہ خوب صاف کرو۔" (ابونعیم، ابن ماجہ)

مسواک کو دھونا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے اور پھر مجھ کو دیتے تاکہ میں اس کو دھو ڈالوں، پس میں پہلے اس سے خود مسواک کرتی پھر دھوتی اور سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی۔ (ابوداؤد)

جمعہ کے دن مسواک کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کی اور خوشبو لگائی اور عمدہ کپڑے پہنے پھر وہ مسجد میں آیا اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہیں اترا بلکہ نماز پڑھی اور امام کے آنے کے بعد خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں کو جو اس پورے ہفتہ میں ہوئے تھے معاف فرما دیتا ہے۔" (شرح معانی الآثار)

مسواک کرنا فطرت ہے:

حضرت عبداللہ بن حداد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسواک کرنا فطرت ہے۔" (ابونعیم)

بلاشبہ مسواک کرنا اہم ترین عمل ہے اور امور فطرت میں داخل ہے۔

رسولوں کی سنتیں:

حضرت ملیح بن عبداللہ خطمی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ چیزیں رسولوں کی سنت ہیں: (۱) حیاء، (۲) بردباری، (۳) پچھنے لگوانا، (۴) مسواک کرنا، (۵) عطر لگانا۔ (ابوداؤد)

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ جہاں مسواک میں اور بہت سی خوبیاں ہیں وہاں مسواک کی ایک بڑی خوبی اور فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت اور ان کی عادات میں سے ہے، جو مسلمان مسواک استعمال کرتے ہیں وہ بہت خوش قسمت ہیں کہ مسواک کے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی اس سنت کا بھی ثواب حاصل کرلیتے ہیں اور جو لوگ اپنی سستی اور غفلت کے باعث مسواک نہیں کرتے وہ اتنا بڑا ثواب حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں جو کہ وہ چند منٹوں کی مسواک کرنے سے بڑی آسانی کے ساتھ حاصل کرسکتے تھے، ایسے لوگ مسواک کے دیگر فوائد کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی اس سنت مطہرہ کے ثواب سے اپنے آپ کو جان بوجھ کر محروم رکھتے ہیں۔

علامہ ابن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو مسواک جیسی اہم سنت کو ترک کردیتے ہیں، جس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، جن میں مسواک کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے یاد رکھو مسواک کا چھوڑنا بڑا خسارہ اور نقصان ہے۔

مسواک سے پاکی:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طہارت کی چار اقسام ہیں: (۱) مونچھیں کاٹنا، (۲) موئے زیر ناف مونڈنا، (۳) ناخن کاٹنا، (۴) مسواک کرنا۔ (البزار، طبرانی)

پاکی و طہارت کی اقسام میں مسواک کرنا بھی شامل ہے، اس سے مسواک کی اہمیت وافادیت مزید اجاگر ہوتی ہے۔ طہارت پاکیزگی کی ان چار اقسام کی علاوہ بھی بہت سی اقسام ہیں، جن کا ذکر کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ ملتا ہے، مگر اس حدیث مبارکہ میں ان چار اقسام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ان کی اہمیت وافادیت کو واضح کرتا ہے۔

☆☆..........☆☆

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہ کی قیادت میں پاکستان کے علماء ومشائخ کا ایک ۳۰ رکنی وفد ۱۰ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ''شیخ الہندؒ امن عالم کانفرنس'' میں شرکت کی غرض سے بھارت گیا تھا۔ اس یادگار سفر کی روئیداد اور اپنے مشاہدات وتاثرات وفد کے ایک معزز رکن شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قلم بند فرمائے ہیں۔ افادۂ عام کی غرض سے ہدیہ قارئین ہیں۔

تیرہویں قسط

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مختصر حالات:

محلہ مہدیاں کی اس مسجد میں جس کے متصل حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خاندان مدفون ہے۔ اس ہال میں جہاں یہ مزارات مقدسہ ہیں۔ اس کے مین دروازہ کے متصل ہی دائیں جانب حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے دوسرے بھائی کا نام شاہ اہل اللہ تھا۔ جن کی قبر مبارک پھلت میں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی بدھ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ میں پیدائش ہوئی۔ آپ ننھیال کے قصبہ پھلت میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد گرامی کی عمر ساٹھ سال تھی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے خواب میں بشارت دی کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر قطب الدین رکھنا۔ چنانچہ آپ کا نام قطب الدین بھی رکھا گیا اور ولی اللہ بھی۔ لیکن دوسرے نام نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ شاہ ولی اللہؒ سات سال کے تھے کہ تہجد میں والدین کے ساتھ شریک ہوتے اور دعا کے لئے جب ننھے منے ہاتھ والدین کے ساتھ اٹھتے تو جو ماحول بن جاتا وہ والدین کی ہزاروں راحتوں کا باعث ثابت ہوتا ہوگا۔ شاہ ولی اللہؒ پانچ سال کے ہوئے تو مکتب میں داخل کئے گئے۔ سات سال کی عمر میں آپ پختہ نمازی ہو چکے تھے۔ فارسی، عربی کی ابتدائی کتب سات سال کے عرصہ میں آپ پڑھ چکے تھے۔ دس سال کی عمر میں کافیہ، شرح جامی جہاں مکمل ہوگئی تھیں وہاں مطالعہ کی مدد سے کتابوں کو حل کرنے کی استعداد بھی پیدا ہو چکی تھی۔ چودھویں سال میں بیضاوی شریف آپ پڑھ چکے تھے۔ پندرھویں سال کی عمر میں مشکوٰۃ شریف، مدارک، بیضاوی اور شمائل ترمذی پڑھ چکے تھے۔ فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ، اصول فقہ میں حسامی، توضیح تلویح، منطق میں شمسیہ شرح تہذیب، مطالعہ علم الکلام میں شرح عقائد، شرح مواقف، شرح خیالی، سلوک میں عوارف اور رسائل نقشبندیہ، حقائق میں شرح رباعیات جامیؒ اور لوائح، مقدمہ شرح اللمعات، طب میں معجز، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ، معانی میں مطول، مختصر معانی حاشیہ ملازادہ، ہندسہ اور حساب میں مختصر رسائل آپ نے اس عرصہ میں والد گرامی کے ہاں پڑھ لئے۔ بارھویں صدی میں ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی نے جو حضرت شاہ ولی اللہ کے کبیر السن ہم عصر تھے۔ انہوں نے درس نصاب میں بہت اضافے کئے۔ صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ریاضی، بلاغت اور علم کلام کی بہت سی کتب کا اضافہ ہوا۔ یہی درس نظامی اس وقت کسی نہ کسی شکل میں ہمارے قدیم مدارس میں رائج ہے۔ ملا نظام الدین کا ۱۱۶۱ھ میں حضرت شاہ صاحب کے وصال سے پندرہ سال قبل وصال ہوا۔ شاہ ولی اللہ کی یہ تمام تعلیم وتربیت والد گرامی کی زیر سرپرستی ہوئی۔ والد گرامی آپ کی اتنی نگرانی فرماتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک واقعہ پیش نظر رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے اعزہ ہم عصروں کے ساتھ باغ کی سیر کو گئے۔ دیر سے واپس آئے تو والد گرامی نے فرمایا ولی اللہ! تم نے آج اس سیر سے کیا کمایا جو آپ کے ساتھ آگے بھی جائے گا؟ ہمیں دیکھو۔ جتنا وقت تم نے ہمجولیوں کے ساتھ خرچ کیا اتنے وقت میں ہم نے اتنے ہزار درود شریف پڑھ لیا۔ اتنی تلاوت کی، اتنا ذکر کیا۔ بتایئے کون فائدے میں رہا؟ عظیم باپ

کی عظیم بیٹے کو یہ نصیحت ایسے کام کرگئی کہ ہمیشہ کے لئے سیر سپاٹا سے حضرت شاہ ولی اللہ کی طبیعت سیر ہوگئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے چودہ سال کی عمر میں والد گرامی کی بیعت کی۔ انہوں نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات کی مشق کرائی۔ توجہ و تلقین اور اسباق تصوف مکمل ہوئے تو والد گرامی نے انہیں خرقہ خلافت سے بھی سرفراز کیا۔ بیعت وارشاد کی اجازت کے وقت والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے یہ اپنے بیٹے شاہ ولی اللہ کے متعلق فرمایا۔ یدہ کیدی کہ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ کی مانند ہے۔

شاہ ولی اللہ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی کہ آپ کی شادی ماموں جان شیخ عبیداللہ صدیقی کی صاحبزادی سے کردی گئی۔ سسرال والوں نے مہلت کا تقاضہ کیا تو شاہ عبدالرحیم نے باصرار وتکرار شادی فوری کردی۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ شادی کے ہو جانے کے چند دنوں بعد میری خوشدامن کا، تھوڑے دنوں بعد نانی کا، پھر چچازاد بھائی، پھر پہلی والدہ، والدہ صلاح الدین کا وصال ہوگیا۔ اب سمجھ میں آیا کہ والد گرامی نے جلدی سے شادی کیوں کرادی۔ اگر اس وقت سسرال والوں کی طلب مہلت پر مہلت دے دی جاتی تو پھر والد صاحب کی زندگی میں شادی نہ ہو پاتی۔ اس لئے کہ ان تین سالوں میں یہ وفیات ہوئیں اور پھر والد گرامی شاہ عبدالرحیم کا وصال ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اس پہلی شادی سے آپ کے ایک صاحبزادے ہوئے۔ جن کا نام محمد رکھا گیا۔ اسی بیٹے کی مناسبت سے شاہ ولی اللہ کنیت ابومحمد کا استعمال میں لاتے۔ اپنے بیٹے شیخ محمد صاحب کو اور اپنی دوسری اہلیہ سے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز کو ایک ساتھ پڑھانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ شمائل ان دونوں حضرات نے ایک ساتھ پڑھی۔ شیخ محمد اپنے والد گرامی شاہ ولی اللہ کے وصال کے بعد قصبہ بڑھانہ میں منتقل ہوگئے۔ مدت العمر یہیں رہے اور ۱۲۰۸ھ میں یہاں وصال فرمایا اور قصبہ کی جامع مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز اپنے اس بڑے بھائی شیخ محمد صاحب کا بہت احترام کرتے اور محبت فرماتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی پہلی اہلیہ جو شیخ محمد کی والدہ تھیں۔ ان کے وصال کے بعد سید ثناء اللہ پانی پتی کی صاحبزادی سے آپ نے عقد ثانی کیا۔ اس دوسری شادی سے بالترتیب شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالغنی پیدا ہوئے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا علی میاںؒ نے دعوت و عزیمت کے حصہ پنجم ص ۱۰۶ پر ہند میں دین کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ان چاروں بھائیوں کو ’’ارکان اربعہ‘‘ قرار دیا ہے۔ اس عقد ثانی سے حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک صاحبزادی بھی تھیں جن کا عقد مولانا محمد عاشق پھلتی کے صاحبزادے مولانا محمد فائق سے ہوا۔

راقم نے کہیں پڑھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادوں کی پیدائش اسی ترتیب سے ہوئی جو فقیر نے اوپر بیان کی ہے۔ لیکن صاحبزادوں کی وفات میں ترتیب تو قائم رہی مگر الٹی۔ وہ یہ کہ سب سے پہلے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ عبدالغنی کا وصال ہوا اور سب سے آخر میں سب سے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز کا جا کر وصال ہوا۔ پیدائش کی ترتیب اوپر عرض کی اب وفات کی ترتیب یوں ہے کہ شاہ عبدالغنی، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز۔ دیکھئے! جو بیٹے پیدائش میں پہلے نمبر پر تھے وفات میں چوتھے نمبر پر رہے اور جو وفات میں چوتھے نمبر پر تھے وہ وفات میں پہلے نمبر پر ہوگئے۔

کہیں پڑھا ہے کہ پیدائش میں تو اللہ تعالیٰ نے ترتیب رکھی ہے کہ پہلے پردادا، پھر دادا پھر باپ پھر بیٹا پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن وفات میں ترتیب نہیں۔ جسے چاہیں حق تعالیٰ پہلے بلالیں۔ پردادا موجود ہیں۔ مگر پڑپوتا جارہا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادوں کی آمد کی جو ترتیب تھی جانے کی وہ ترتیب قائم رہی لیکن الٹی، پتہ نہیں کہ میں اپنی بات سمجھا بھی پایا یا نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی عمر مبارک سترہ سال کی تھی جب والد گرامی کا وصال ہوا۔ آپ نے بارہ سال والد گرامی کی مسند پر بیٹھ کر پڑھایا۔ عمر مبارک تیس سال کی ہوگی کہ آپ نے حج کے لئے حجاز مقدس کا سفر کیا اور ایک سال سے زائد حجاز مقدس میں رہے۔ ۱۱۴۳ھ میں حج سے مشرف ہوئے۔ ۱۱۴۴ھ کا حج بھی کیا اور یہ عرصہ حجاز مقدس رہے۔ ۱۱۴۵ھ کے اوائل میں حجاز مقدس میں آپ نے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی سے علم حدیث حاصل کیا۔ شیخ ابوطاہر فرماتے ہیں کہ میں شاہ ولی اللہ کو حدیث کے الفاظ پڑھاتا تھا اور وہ مجھے حدیث کے مطالب ومعارف پڑھاتے تھے۔ فقیر کے خیال میں دنیائے درس وتدریس میں ایک استاذ کی اپنے شاگرد کے متعلق اتنی وقیع رائے ایک ریکارڈ ہے۔ جسے شاہ ولی اللہ نے قائم کیا اور شاید کوئی توڑ نہیں سکا۔

حضرت الکردی المدنی نے آپ کو سند حدیث کی اجازت دی اور خلافت سے بھی سرفراز کیا۔ رخصت کے وقت استاذ شاگرد دونوں ایک دوسرے سے اس طرح جدا ہوئے کہ دونوں زاروزار رورہے تھے۔ رخصتی کے وقت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے استاذ شیخ ابوطاہر سے عرض کیا کہ حضرت سوائے حدیث شریف کے آج تک جو میں نے پڑھا سب بھلا دیا ہے۔ یہ سن کر استاذ نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حج سے جب واپس دہلی آئے تو یہی شان آپ میں نمایاں

ہے کہ آپ نے صرف حدیث شریف کو ہی وردِ جان وروح بنایا اور پھر اس شغف حدیث نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ "مسند الہند" کہلائے۔ آج برصغیر پاک وہند کے کسی کتب فکر کی سند حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے واسطہ کے بغیر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک نہیں پہنچ پاتی۔ امام بخاری اور آپ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ کے چودھویں استاذ حضرت امام بخاری ہیں۔ جیسا کہ مقدمہ صحیح بخاری ص۱۲ سے ظاہر ہے۔ اس طرح حضرت امام ترمذی بھی آپ کے چودھویں استاذ ہیں۔ جیسا کہ ترمذی ج۱ص۲ سے ظاہر ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اصول حدیث پر عجالہ نافعہ نامی رسالہ لکھا۔ جس کی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم صاحب نے شرح لکھی ہے۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کی سند صحاح ستہ اور مؤطا ومشکوٰۃ تک کی تمام کتابوں کے جو رواۃ حدیث ہیں، سب کا جامع تعارف لکھ دیا ہے جو لائق تحسین ہے۔ آپ نے اسلامیان پاک وہند کے اردو زبان جاننے والوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ رجب ۱۱۴۵ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلی پہنچے اور اسی سال رمضان شریف میں شیخ ابوطاہر الکردی المدنیؒ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ گویا اپنے استاذ کی آخری عمر کے علم کی دولت کا قدرت حق نے پورا حصہ شاہ ولی اللہ کو بخش دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حرمین شریفین میں شیخ تاج الدین حنفی مکیؒ، شیخ عبداللہ بن سالم مصریؒ، شیخ عجیمیؒ سے بھی اکتساب علم کیا۔ مؤخر الذکر استاذ سے آپ نے مؤطا امام مالک، کتاب الآثار امام محمد اور مسند دارمی پڑھیں۔ حدیث مسلسل بالاولیہ بھی ان سے سنی۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ سے بھی علم حدیث ہندو دہلی میں پڑھا۔ آپ کے تمام اساتذہ کا تفصیلی ذکر خیر، شیخ عبدالحلیم چشتی کی کتاب سے باصرہ نواز ہوگا۔ حضرت مولانا علی میاں ؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اشراق کے بعد سے دوپہر تک پڑھاتے تھے۔ اس دوران میں گویا روزانہ گھنٹوں نہ پہلو بدلتے تھے۔ نہ جسم کو کھجلاتے تھے نہ تھوکتے تھے۔ ان کی اس ریاضت اور خدمت حدیث پر دل وجان فداء کرنے کو دل کرتا ہے۔ کیا ہی مقرب بارگاہ الٰہی لوگ تھے۔ سوچئے کہ فقیر آج ان کے مزار اقدس پر کھڑا ہے۔ آپ کی وفات ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء ہے۔ قبرستان محلہ مہندیاں میں مدفون ہیں۔ زہے نصیب! کہ فقیر کو اللہ رب العزت یہاں لائے۔ حق تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دیں مولانا فضل الرحمن کو کہ انہوں نے مجھ فقیر کی انگلی پکڑی اور کہاں سے یہاں پہنچا دیا۔ ان کے اس احسان کے میں تذکرے کیوں نہ کروں۔ کیا محسن کے احسان کو کوئی شریف آدمی بھول سکتا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کی تصانیف:

(۱) فتح الرحمن (ترجمۃ القرآن فارسی)، (۲) فتح الخبیر، (۳) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، (۴) مقدمۃ فی ترجمۃ القرآن، (۵) الھمعات، (۶) اللمعات، (۷) التفہیمات الالٰہیہ، (۸) السطعات، (۹) حجۃ اللہ البالغہ، (۱۰) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (۱۱) البدور البازغۃ، (۱۲) شفاء القلوب، (۱۳) الخیر الکثیر، (۱۴) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (تاریخ فقہ)، (۱۵) سرور المحزون، (۱۶) فیوض الحرمین، (۱۷) انفاس العارفین، (۱۸) القول الجمیل، (۱۹) انسان العین فی مشائخ الحرمین، (۲۰) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، (۲۱) عقد الجید فی احکام التقلید، (۲۲) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، (۲۳) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، (۲۴) المسوّی شرح مؤطا (بزبان عربی)، (۲۵) المصفّٰی شرح مؤطا (بزبان فارسی)، (۲۶) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر، (۲۷) تاویل الاحادیث، (۲۸) شرح تراجم ابواب بخاری، (۲۹) الطاف القدس، (۳۰) المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ، (۳۱) المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقہ السنیہ، (۳۲) الزھراوین، (۳۳) وحدۃ الوجود والمشہود (رسالہ)، (۳۴) الجزء اللطیف (سوانح عمری)، (۳۵) قصص الانبیاء، (۳۶) وصیت نامہ، (۳۷) چہل حدیث۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیفات کی یہ فہرست شیخ محمد اکرام نے "رود کوثر" میں دی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی نے آپ کی کتب کی تعداد ۱۲۶ عدد کی فہرست دی ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیفات کو کلیات کی شکل میں مدون کر کے شائع کر دے۔ اصح المطابع کے کسی نسخہ کا رسائل شاہ ولی اللہ کے نام سے مولانا علی میاں نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں کتنے رسائل ہیں۔ پھر وہ نایاب نہیں ہوگا تو کمیاب ضرور ہے۔ کیا کروں یہاں پر دل بہت پسیج رہا ہے کہ جو کام کرنے کے ہیں۔ ان پر ہمارے اہل علم کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ کیا شاہ ولی اللہ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کی تسہیل واشاعت کوئی کام نہیں؟ ہے اور ضرور ہے مگر کرے کون؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کے مختصر حالات:

اسی ہال قبور خاندان شاہ ولی اللہؒ میں ایک

قبر مبارک حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ﷫ کی ہے۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز ۲۵؍رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۱؍ستمبر ۱۷۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید، فارسی، ابتدائی صرف ونحو مکمل کرلی تھی۔ گیارھویں برس میں عربی کتب کی تعلیم شروع کی۔ پندرھویں سال میں جملہ علوم رسمیہ سے فارغ ہوگئے۔ عقلی علوم اپنے والد گرامی کے شاگردوں سے پڑھے۔ حدیث وفقہ حضرت شاہ ولی اللہ ﷫ سے پڑھی۔ ابھی سترہ برس کے تھے کہ والد صاحب کا وصال ہوگیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ شاہ ولی اللہ ﷫ کی عمر بھی ۱۷ برس تھی جب آپ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ کا وصال ہوا۔ والد کے وصال کے بعد شاہ ولی اللہ ﷫ نے اپنے والد کی مسند حدیث کو رونق بخشی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ نے والد کے وصال کے بعد اپنے والد شاہ ولی اللہؒ اور دادا شاہ عبدالرحیمؒ دونوں کی مسند حدیث کو رونق بخشی۔ کہتے ہیں شاہ عبدالعزیزؒ کو چھ ہزار حدیثوں کے متن یاد تھے۔ شاہ عبدالعزیز کو بیس علوم پر دسترس حاصل تھی۔ سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں آپ کو اعلم العلماء اور افضل المحدثین ایسے القابات سے یاد کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں میں آپ کے بھائی شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ عبدالغنی اور نواسے شاہ محمد اسحقؒ، بھتیجے شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدینؒ، دوسرے بھتیجے شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ بن شاہ عبدالغنی، نواسے مولوی محمد یعقوبؒ، مفتی صدر الدین، شیخ احمد سعید بن ابوسعید العمریؒ، مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ ایسے سینکڑوں علماء شامل ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے لکھا ہے کہ ''اس خاندان نے تو تمام ہندوستان میں اسلام کی وہ خدمت کی کہ بس خدا ہی ان کی داد دے گا۔ میرا اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ہندوستان میں اسلام کے حق میں ایسا کام کیا ہے جیسا عرب میں اسلام کے حق میں مہاجرین وانصار نے کیا تھا۔''

(لیکچرز ڈپٹی ج ۲ص ۲۷)

تراجم قرآن اور خاندان ولی اللہ ﷫:

ہند میں مقبول اور قدیم تین ترجمے ہیں۔ پہلا ترجمہ فارسی زبان میں جو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی احادیث وتفسیر پر نظر تھی۔ اس لئے فارسی کا ترجمہ سب سے زیادہ مستند ہے۔ دوسرا ترجمہ اردو زبان میں حضرت شاہ رفیع الدین ﷫ کا ہے اور تیسرا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر ﷫ کا ہے۔ خاندان ولی اللہ کے علمی احسانات سے زمین ہند زیر بار ہے۔ فقیر راقم عرض گزار ہے کہ خاندان ولی اللہ کی تراجم قرآن مجید کی خدمت ہی وہ عظیم احسان ہے کہ رہتی دنیا تک اس خطہ کے مفسر ومترجم ان کے زیر بار رہے اور رہیں گے۔

(جاری ہے)

بزرگ عالم دین مولانا سیّد اصلح الحسینی انتقال کرگئے

۱۰۴برس عمر پائی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا مدنیؒ کے شاگرد خاص تھے

نماز جنازہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی نے پڑھائی

کراچی، کبیر والا (اسٹاف رپورٹر) مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید، خادم خاص اور خلیفہ مجاز شیخ المشائخ مولانا سیّد محمد اصلح الحسینی ۱۰۴برس کی عمر میں انتقال کرگئے۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مدرس تھے۔ ان کے تلامذہ میں مولانا نصیر احمد خان سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا ریاست علی بجنوری استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا ولی رازی اور مولانا عبیداللہ انور خاص طور پر قابل ذکر ہیں جبکہ ان کے خلفائے مجاز میں مولانا سیّد ارشد مدنی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا محمد عبدالحلیم چشتی، مفتی نظام الدین شامزئیؒ شامل ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ بعد نماز مغرب جامعہ بنوری ٹاؤن میں جامعۃ الرشید کے استاذ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی نے پڑھائی۔ دریں اثنا مولانا کی وفات پر مدینہ منورہ سے قاری شبیر احمد، دارالعلوم دیوبند سے مولانا ریاست علی بجنوری، مولانا انوارالرحمٰن سمیت تمام اساتذہ، انتظامیہ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مولانا کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی۔ خانقاہ زکریا کبیر والا سے مولانا محمد عبدالغفار نے حضرت سیّد اصلح الحسینی کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ وہ حضرت مدنیؒ کی نسبت کے امین، ان کی سیاسی فکر اور انقلابی فلسفے کے علمبردار اور اکابر کی نشانی تھے، وہ صاحب نسبت بزرگ، جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب طرز ادیب بھی تھے۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۷؍جون ۲۰۱۴ء)

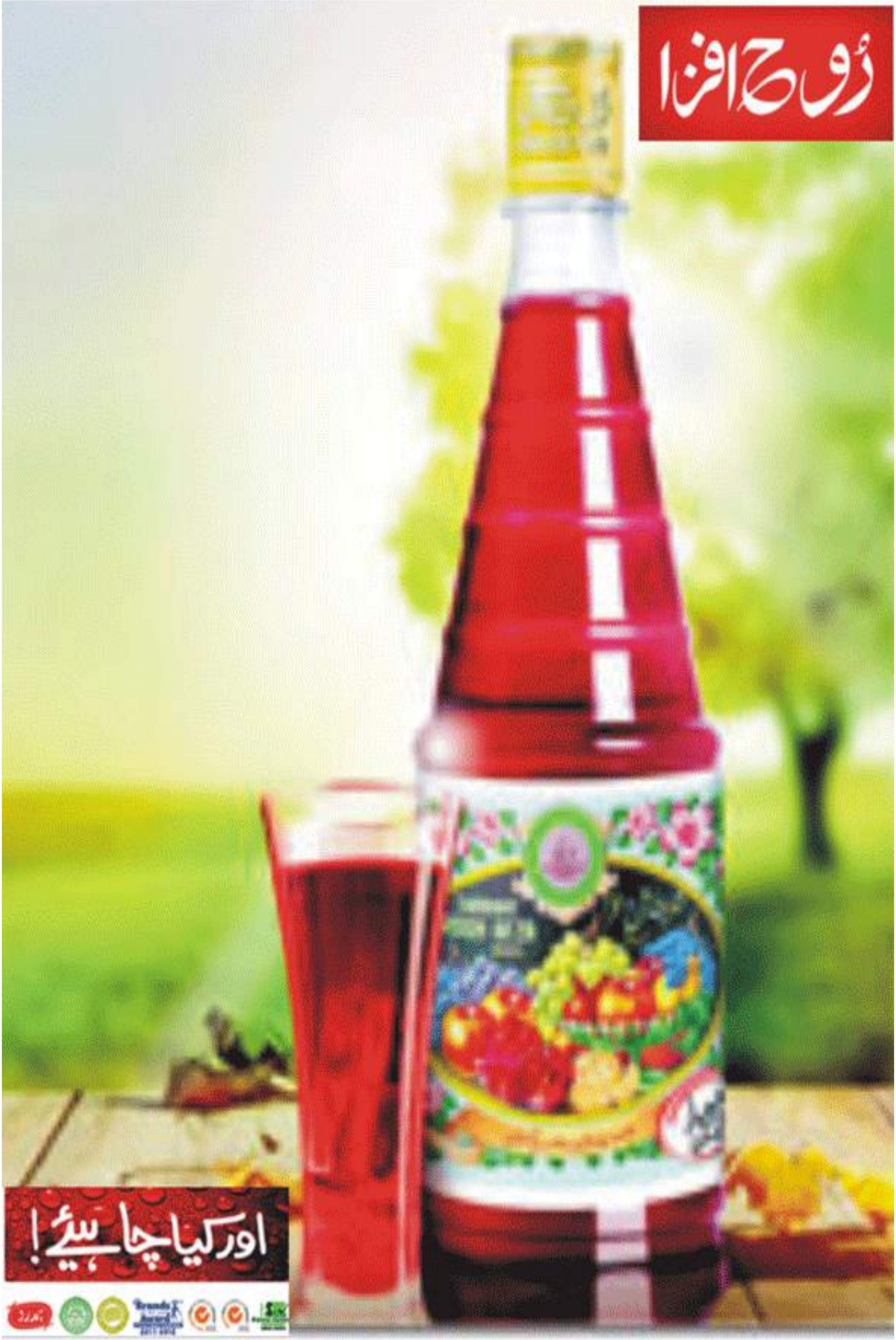
رُوح افزا
اور کیا چاہیئے!

قادیانیوں کے بائیکاٹ کے شرعی اسباب

مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

شریعت مطہرہ میں ایسا کافر جو ملحد، زندیق اور مرتد ہو تو اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات اس سے میل جول، نشست و برخاست، سلام کلام، غمی شادی میں شرکت، ان سے رشتہ لینا دینا، ان کی تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنا، اس کے لئے فاتحہ خوانی کرنا، ان سے خرید و فروخت کرنا، ان سے لین دین کرنا، ان کی فیکٹریوں کی مصنوعات استعمال کرنا یا ایسی فیکٹریوں کی مصنوعات استعمال کرنا جس کے منافع سے ان کے باطل عزائم کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ناجائز ہیں۔ ان سے بائیکاٹ کرنا مسلمانوں کی غیرت وحمیت کے عین مطابق ہے۔ اس سے قطع تعلق کرنا مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے

عرب وعجم کے علماء کرام اور مفتیان عظام اس بات پر متفق ہیں کہ اس وقت دنیا میں پائے جانے والے فتنوں میں سے بڑا فتنہ قادیانیت اور مرزائیت کا فتنہ ہے اور قادیانی ملحد، زندیق اور مرتد ہیں۔ ان سے سوشل بائیکاٹ کے اسباب:

پہلا سبب:

مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف خدا تعالیٰ کے رسول ہونے کا مدعی ہے تو دوسری طرف خود خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب البریہ ص:۸۵ خزائن، ج:۱۳، ص:۱۰۳ میں لکھتا ہے

"میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔"

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(دافع البلاء ص:۱۱، روحانی خزائن ۱۸/۲۳۱)

دوسرا سبب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھالیتے تھے، حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔"

(مرزا کا مکتوب اخبار الفضل قادیان، ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء)

"دنیا میں نماز تھی مگر نماز کی روح نہ تھی، دنیا میں روزہ تھا مگر روزہ کی روح نہ تھی، دنیا میں زکوۃ تھی مگر زکوۃ کی روح نہ تھی، دنیا میں حج تھا مگر حج کی روح نہ تھی، دنیا میں اسلام تھا مگر اسلام کی روح نہ تھی، دنیا میں قرآن تھا مگر قرآن کی روح نہ تھی اور اگر حقیقت پر غور کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح موجود نہ تھی۔"

(خطبہ خلیفہ قادیان، مندرجہ الفضل قادیان، ۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء بحوالہ قادیانیت سے اسلام تک)

تیسرا سبب:

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ ماننے والے سب مسلمان حرام زادے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔"

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام، ص:۷، ص:۵۴۸، روحانی خزائن، ج:۵)

"اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔"

(تذکرہ طبع دوم، ص:۶۰۰، طبع سوم، ص:۱۶۳)

چوتھا سبب:

رسول کریم ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ:

"ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو لا کر کھڑا کیا۔" (کلمۃ الفصل، ص:۱۱۳)

"ہر شخص ترقی کرسکتا ہے کہ اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔"

(اخبار الفضل قادیان نمبر ۵، ج:۱۰، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

پانچواں سبب:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین:

"میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی۔" (بحوالہ تتمہ حقیقت الوحی ۵۲۳، مندرجہ ذیل روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۵۲۳)

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول مسیح ص:۱۰۰، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۴۷۸)

ترجمہ: ''میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا، ہر نبی رسول میری قمیض میں چھپا ہوا ہے۔''

''خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوجاتے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۵۷۵)

''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں: میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر ہوں یعنی مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔'' (حقیقت الوحی (حاشیہ) ص:۷۳، روحانی خزائن:۲۲/۷۶)

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح حاشیہ ص:۶۶، روحانی خزائن:۱۹/۷۱)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح، ص:۹۹، مندرجہ روحانی خزائن، ص:۴۷۷، ج:۱۸)

ترجمہ: ''اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم وعرفان میں، میں کسی سے کم نہیں ہوں۔''

چھٹا سبب:

تمام صحابہ کرامؓ کی توہین:

''ابوبکر وعمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (قادیانی) کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔'' (ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری، ص:۵۷)

''بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۱۲۰، روحانی خزائن:۲۱/۲۸۵)

''جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ ابوہریرہؓ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔'' (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۲۳۵، روحانی خزائن:۲۱)

ساتواں سبب:

احادیث کی توہین:

''تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی، ص:۳۰، روحانی خزائن:۱۹/۱۴۰)

آٹھواں سبب:

قرآن مجید کی توہین:

''انا انزلناہ قریباً من القادیان۔''

ترجمہ: ''قرآن مجید قادیان کے قریب نازل ہوا۔''

''اس کی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔'' (تذکرہ طبع دوم ص:۷۶، تذکرہ طبع سوم، ص:۷۵، چہارم، ص:۶۰، مرزا قادیانی)

''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے، اس لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کرکے آپ پر قرآن شریف اتارا جاوے۔'' (کلمۃ الفصل، ص:۱۷۳، مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

نواں سبب:

حرمین شریفین کی توہین:

''لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں آنا) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطرہ، کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔'' (آئینہ کمالات اسلام، ص:۳۵۲، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۵، ص:۳۵۲) ☆☆

کینیڈا: مسلم کمیونٹی سینٹر میں توڑ پھوڑ کرنیوالا گرفتار

الصحابہ اسلامک سینٹر میں ملزم گھسا، پولیس کے آنے پر تلوار لہرائی: میڈیا

مانٹریال (مانیٹرنگ ڈیسک) کینیڈا کی پولیس نے مسلم کمیونٹی سینٹر میں توڑ پھوڑ کرنے کے الزام میں ایک شخص کو گرفتار کرلیا۔ کینیڈین میڈیا کے مطابق گزشتہ روز علی الصبح ملزم نے الصحابہ اسلامک کمیونٹی سینٹر میں گھس کر توڑ پھوڑ کی۔ پولیس کے موقع واردات پر پہنچنے پر ملزم سے انکوائریاں شروع کردی، جسے بعد ازاں پولیس نے غیر مسلح کردیا۔ مانٹریال پولیس کے ترجمان سائمن ڈوبریمو نے کہا کہ ملزم کا تعلق انتہا پسند تنظیم سے ہوسکتا ہے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲ مئی ۲۰۱۴ء)

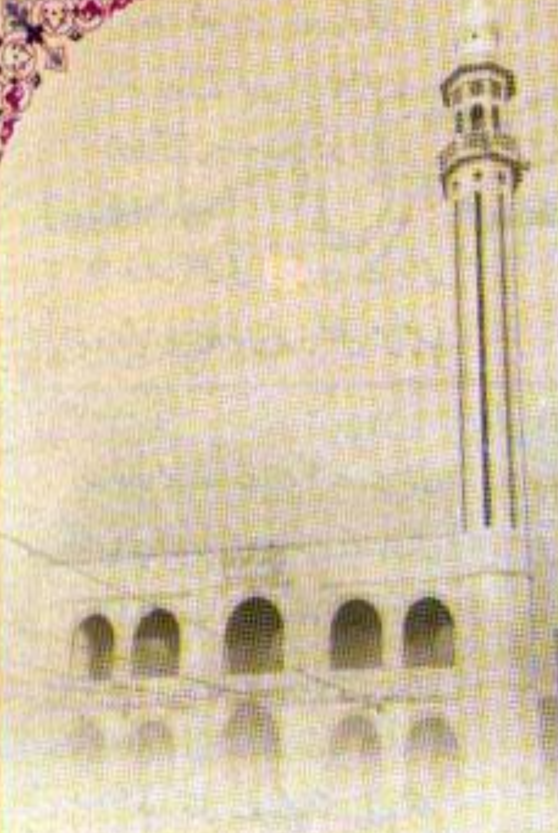

تحفظ ختم نبوت پر ایک سالہ تخصص

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹ ؍مارچ ۲۰۱۴ء میں فیصلہ کیا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں فارغ التحصیل علماء کرام کی تیاری کے لئے سہ ماہی سالانہ کلاس جو شوال المکرم، ذیقعدہ، ذی الحجہ میں دفتر مرکزیہ ملتان منعقد ہوتی ہے اس کلاس کا دورانیہ سہ ماہی کی بجائے ایک سال کردیا جائے۔ ایک سالہ تخصص کی یہ کلاس بجائے ملتان دفتر مرکزیہ کے اس سال سے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں انعقاد پذیر ہو۔ اس کلاس میں وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء کرام کو داخلہ دیا جائے۔

موضوعات

مبادیات تفسیر، اصول حدیث بمع اصطلاحات، اصول فقہ، تربیت تحریر وتقریر، اجراء صرف ونحو، حفظ الاحادیث، مطالعہ قادیانیت، مطالعہ مسیحیت، مطالعہ جدید فتن، جغرافیہ، فلکیات وغیرہ!

۱۰ ؍شوال المکرم سے ۱۵ ؍شوال تک

داخلہ کے لئے رابطہ فرمائیں اور پھر ۱۸ ؍شوال کو تحریری وتقریری انٹری ٹیسٹ پاس کرکے مستحق داخلہ ہوں۔

- داخلہ کے خواہشمند قومی شناختی کارڈ اصل بمع ایک عدد فوٹو کاپی اور دو عدد فوٹو مدرسہ سے تزکیہ کا سرٹیفکیٹ ہمراہ لائیں۔
- داخلہ کے خواہش مند حضرات جید جدا کی اسناد کے حامل ہوں۔ تدریسی تجربہ، میٹرک، مڈل، کمپیوٹر جاننے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔
- اس سال کلاس کے شرکاء کی تعداد تیس ہوگی۔
- تمام شرکاء کو کم ازکم دوصد صفحات کا مقالہ لکھنا ضروری ہوگا۔
- تخریج وتحقیق پر خصوصی توجہ دینا ہوگی۔

انشاء اللہ العزیز! شرکاء، نکتہ دان خطیب، بلند پایہ ادیب، محقق ومناظر کے علاوہ اتحاد امت کے داعی ثابت ہوں گے۔

شرکاء کلاس کو کاغذ، کاپی، قلم، ودیگر ضروریات کے لئے پندرہ صد روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

برائے رابطہ: مولانا عزیز الرحمن ثانی موبائل نمبر: 0300-4304277، مولانا غلام رسول دین پوری موبائل نمبر: 0300-6733670

مولانا رضوان عزیز موبائل نمبر: 0332-4000744